چلد ۷ مارچ ۱۹۶۶ء شمارہ ۳

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (اٰل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ چندہ چھ روپے
فی پرچہ ۶۰ پیسے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَتَنۡہَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ

آل عمران

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

ذیقعدہ سنہ ۱۳۸۵ھ

امان ہش ۱۳۴۵

مارچ سنہ ۱۹۶۶ء

ایڈیٹر

مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ چھ روپے

فی پرچہ ساٹھ پیسے

فہرست مضامین

طابع و ناشر: چوہدری محمد ابراہیم — مطبع ضیاء الاسلام پریس ربوہ — مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ انصار اللہ دار الصدر جنوبی۔ ربوہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جلد ۷ ○ ماہنامہ انصار اللہ ربوہ ○ شمارہ ۳

۱۵ ۔ مارچ ۱۹۶۶ء

احمدی ہونے کی حیثیت میں ہمارا امتیازی نشان

خلفاء کے ساتھ دلی محبت اور ان کی کامل اطاعت

اللہ تعالیٰ کے ماموروں کی بعثت کی غرض دنیا میں ایک روحانی انقلاب برپا کرنا ہوتی ہے۔ جب بھی دنیا میں کوئی مامور خدا تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوتا ہے وہ گم کردہ راہ انسانوں کو خدا کے آستانہ پر جھکا کر خدا سے ان کا تعلق پھر قائم کر دکھاتا ہے۔ یہ انقلاب وہ خدا تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے اور اسی کی عطا کردہ قوت قدسی کی مدد سے برپا کرتا ہے۔ اولاً جو لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں وہ ان کی ایسی کایا پلٹتا ہے کہ وہ دیکھتے ہی دیکھتے اور ہی انسان بن جاتے ہیں، با اخلاق انسان ہی نہیں بلکہ باخدا انسان اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ خدا نما انسان۔ خاک سے اٹھ کر ثریا تک پہنچنے والے ایسے فیض یافتہ انسان دوسروں کو راہ راست پر لانے کا وسیلہ ٹھہرتے ہیں۔ اسی طرح ایک دیئے سے دوسرا دیا روشن ہوتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ ہر دل نور ایمان سے منور ہو کر جگمگا اٹھتا ہے اور بالآخر تاریکی میں لپٹی ہوئی دنیا بقعہ نور میں تبدیل ہو جاتی ہے یہ عظیم الشان اور محیر العقول انقلاب برپا کرنے میں اللہ تعالیٰ کے مامور کو طرح طرح کے مصائب جھیلنے پڑتے ہیں اور ناقابل بیان مشکلات میں سے گزر کر اپنی راہ ہموار کرنا پڑتی ہے۔ اس قدر محنت اور

جاں گداز مشقت کے باوجود وہ لوگوں سے جن کی خاطر وہ یہ سب پاپڑ بیلتا ہے کوئی صلہ یا اجر طلب نہیں کرتا جب بھی کہتا ہے یہی کہتا ہے کہ میں کسی سے کوئی اجر نہیں مانگتا کیونکہ میرا اجر اللہ کے سوا جس نے مجھے بھیجا ہے اور کسی پر نہیں ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں مختلف انبیاء کا ذکر کرتے ہوئے ان کی زبان سے یہی بات مختلف پیرایوں میں بار بار اور بہ تکرار کہلوائی ہے۔ کبھی حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم سے یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں :-

فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۙ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝
(یونس آیت ۷۳)

اگر تم پھر جاؤ تو اس میں میرا کوئی نقصان نہیں بلکہ تمہارا ہی ہے کیونکہ میں نے تم سے اس کے بدلہ میں کوئی اجر نہیں مانگا۔ میرا اجر اللہ کے سوا اور کسی پر نہیں ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس کے کامل فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

اور کبھی حضرت ہود علیہ السلام اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہتے ہیں :-

يٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى الَّذِيْ فَطَرَنِيْ ؕ
(ہود آیت ۵۲)

اے میری قوم! میں اس کام کا تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔ میرا اجر اُس ہستی کے سوا جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور کسی کے ذمہ نہیں ہے۔

اور کبھی حضرت نوح، حضرت صالح، حضرت لوط اور حضرت شعیب علیہم السلام اپنی اپنی قوموں کو یہ جتلاتے ہوئے کہ :-

وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝
(الشعراء آیات ۱۱۰، ۱۴۶، ۱۶۵، ۱۸۱)

اور میں اس خدمت کے سلسلہ میں کوئی اجر نہیں مانگتا میرا اجر تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو تو اللہ تعالیٰ نے یہی بات نہایت مؤثر انداز میں اپنی قوم سے کہنے کا ارشاد فرمایا۔ چنانچہ قرآن مجید میں آتا ہے کہ :-

قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝
(سبا آیت ۴۸)

تو کہہ دے میں نے تم سے تبلیغ رسالت کے بدلہ میں جو بھی اجرت مانگی ہو وہ تم ہی لے لو میرا حق صرف اللہ پر ہے اور وہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے

مراد یہ ہے کہ میں نے تبلیغ رسالت کے بدلہ میں کبھی کسی اجر کا مطالبہ کیا ہی نہیں اور میں

کر کیسے سکتا ہوں جب کہ میرا حق صرف اللہ پر ہے۔

ہر چند کہ خدا تعالیٰ کا مامور اُس محنت کے سلسلہ میں جو وہ پیغام حق کی اشاعت کرنے اور لوگوں کو راہ راست پر لانے میں اٹھاتا اور اپنی جان جوکھوں میں ڈالتا ہے لوگوں سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوتا لیکن قرآن مجید کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے مامور پر ایمان لاکر علم و عرفان سے بہرہ ور ہوتے اور تعلق باللہ میں ترقی کرتے ہیں ان پر مامور کے حق کے رنگ میں اللہ تعالیٰ دو فرائض ضرور عائد کرتا ہے یہ دونوں فرائض ہرگز ہرگز مامور من اللہ کی عظیم الشان خدمت کے صلہ کے رنگ میں نہیں بلکہ خود ان لوگوں کی اپنی بھلائی اور فائدہ کے لئے ہوتے ہیں۔ وہ مامور من اللہ کے متبعین کے لئے لازمی قرار دیتا ہے کہ وہ ان فرائض کو پورے تعہد کے ساتھ بجا لائیں یہی نہیں وہ انہیں خبردار کرتا ہے کہ اگر وہ ان فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کریں گے تو پھر ان کا راہ راست پر قائم رہنا اور تعلق باللہ میں ترقی کرنا ناممکن ہو جائے گا۔ وہ دو فرائض کیا ہیں! ان فرائض کو جاننا، ان کی اہمیت کو پہچاننا اور انہیں کمال تعہد سے بجا لانا از بس ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر راہ راست پر قائم رہنا اور سعادت تامہ حاصل کرکے بامراد ہونا ہرگز ممکن نہیں۔ وہ دو فرائض یہ ہیں کہ ہر مومن خدا تعالیٰ کے مامور اور اس کے خلفاء سے ایک تو دلی محبت رکھے ایسی شدید محبت جس کی تمام جسمانی اور دنیوی رشتوں میں قطعاً کوئی مثال نہ پائی جاتی ہو۔ اور دوسرے یہ کہ وہ ان کی پوری پوری اطاعت بجالائے ایسی اطاعت کہ ان کے کسی حکم سے سرمو انحراف نہ کیا جائے۔

جہاں تک مامور من اللہ کے ساتھ دلی وابستگی اور محبت کا تعلق ہے اس کی تاکید قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ان آیات میں کرائی ہے۔ فرماتا ہے:۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ
وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ
وَ اَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ
تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ
مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ
اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ
جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا
حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا
يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

(التوبہ آیت ۲۴)

تو مومنوں سے کہہ دے کہ اگر تمہارے باپ دادے اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے دوسرے رشتہ دار اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارتیں جن کے نقصان سے تم ڈرتے ہو اور وہ مکان جن کو تم پسند کرتے ہو تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کے رستے میں جہاد کرنے کی نسبت زیادہ پیارے ہیں تو تم انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنے فیصلہ کو ظاہر کردے اور اللہ فاسقوں کی قوم کو کبھی کامیابی کا رستہ نہیں دکھاتا۔

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے مومنوں کے لئے لازمی قرار دیا ہے کہ وہ اللہ اور رسولؐ کی محبت کو تمام دنیوی رشتوں اور مال ومنال کی محبت پر مقدم رکھیں انہیں اللہ اور رسولؐ سے اتنی محبت ہونی چاہیئے کہ اس کے بالمقابل تمام دنیوی تعلقات اور رشتوں کی محبت ہیچ نظر آئے اور مال ومنال کی محبت اس کے بالمقابل پر کاہ کے برابر بھی حیثیت نہ رکھے۔ اس سے ثابت ہے کہ ایک مامور من اللہ کے متبعین کو اس سے انتہائی شدید محبت ہونی چاہیئے اور اس محبت کے زیر اثر انہیں اس کے ایک اشارہ پر اللہ تعالیٰ کی راہ پر بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ پھر اس آیت سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ دعویٰ ایمان کے باوجود جن متبعین کے دل مامور من اللہ کی محبت سے خالی ہوتے ہیں اللہ تعالےٰ کی نگاہ میں ان کے دعوئ ایمان کی کوئی وقعت نہیں ہوتی. وہ انہیں فاسق قرار دیتا ہے اور انہیں کبھی کامیابی کا راستہ نہیں دکھاتا

مومنوں کا دوسرا فرض اللہ تعالیٰ نے یہ قرار دیا ہے کہ وہ محبت کے رنگ میں رنگین ہو کر پورے انشراح قلب کے ساتھ مامور من اللہ کی اطاعت بجالائیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں واضح فرمایا ہے کہ ہم مامور کو دنیا میں بھیجتے ہی اس لئے ہیں کہ لوگ اُس کی اطاعت کریں، اور اس کے تابع فرمان ہو کر دینی و دنیوی فلاح سے ہمکنار ہوں ۔چنانچہ فرماتا ہے

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ (النساء آیت ۶۵)

اور ہم نے کوئی رسول بھی سوائے اس غرض کے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے نہیں بھیجا۔

پھر اللہ تعالےٰ نے خبردار فرمایا ہے کہ جو لوگ ایمان کا دعویٰ کرنے کے باوجود مامور من اللہ کی اطاعت سے روگردانی اختیار کرتے ہیں اور اس کے احکام اور فیصلوں کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے وہ فی الاصل مومن ہوتے ہی نہیں کیونکہ ایمان اور اطاعت لازم و ملزوم ہیں ۔چنانچہ اللہ تعالےٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے مومنوں کے لئے آپؐ کی اطاعت اور اسکی بنیادی اہمیت واضح کرتے ہوئے فرماتا ہے ۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِىْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝

(النساء آیت ۶۶)

پس تیرے رب کی قسم ہے کہ جب تک وہ ہر اس بات میں جس کے متعلق ان میں جھگڑا ہو جائے تجھے حکم نہ بنائیں اور پھر جو فیصلہ تو کرے اس سے اپنے نفوس میں کسی قسم کی تنگی نہ پائیں اور پورے طور پر فرمانبردار نہ ہو جائیں ہرگز ایمان دار نہ ہوں گے۔

اس آیت سے ثابت ہے کہ مامور من اللہ کی صرف اطاعت ہی کافی نہیں ہے بلکہ ایسی اطاعت ضروری ہے جو محبت کے رنگ میں پورے انشراح صدر کے ساتھ کی جائے اور نفوس میں کسی قسم کی تنگی محسوس نہ ہونے پائے ۔

مندرجہ بالا آیات کریمہ سے یہ بات واضح ہے کہ ایک امور من اللہ کے متبعین کے لئے دو باتیں فرض عین کا درجہ رکھتی ہیں۔ اوّل یہ کہ مامور من اللہ کے ساتھ ان کے قلبی تعلق اور وابستگی کا یہ عالم ہو کہ قریب ترین جسمانی رشتوں اور دنیوی اموال کی محبت اس کے سامنے ہیچ نظر آئے۔ دوسرے یہ کہ وہ محبت و عشق کے جذبہ سے سرشار ہو کر اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کا ایسا اعلیٰ نمونہ دکھائیں کہ جو اپنی مثال آپ ہو۔ پھر یہی نہیں قرآن مجید اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے ثابت ہے کہ مامور من اللہ کے خلفائ کے ساتھ محبت اور ان کی اطاعت بھی اسیطرح فرض ہے جس طرح خود مامور من اللہ کی۔ ذیل میں ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعض احادیث درج کرتے ہیں جن میں حضور نے اس امر پہ بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کے مقرر کردہ خلفاء اور نا اہل دنیوی حکمرانوں میں فرق واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

خِيَارُ اَئِمَّتِكُمُ الَّذِيْنَ تُحِبُّوْنَهُمْ وَيُحِبُّوْنَكُمْ وَيُصَلُّوْنَ عَلَيْكُمْ وَتُصَلُّوْنَ عَلَيْهِمْ وَ شِرَارُ اَئِمَّتِكُمُ الَّذِيْنَ تُبْغِضُوْنَهُمْ وَيُبْغِضُوْنَكُمْ وَتَلْعَنُوْنَهُمْ وَيَلْعَنُوْنَكُمْ۔ قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا نُنَابِذُهُمْ بِالسَّيْفِ فَقَالَ لَامَا اَقَامُوْا فِيْكُمُ الصَّلٰوةَ وَاِذَا رَئَيْتُمْ مِنْ وُلَاتِكُمْ شَيْئًا تَكْرَهُوْنَهُ فَاكْرَهُوْا عَمَلَهُ وَلَا تَنْزِعُوْا يَدًا مِنْ طَاعَةٍ۔

(مسلم کتاب الامارۃ)

تمہارے بہترین امام وہ ہیں جن سے کہ تم محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت کرتے ہیں۔ اور وہ تمہارے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں اور تم ان کے لئے دعائے رحمت کرتے ہو۔ اور تمہارے بدترین امیر وہ ہیں جن سے تم بغض رکھتے ہو اور تم سے وہ بغض رکھتے ہوں۔ اور تم ان پر لعنت کرتے ہو اور وہ تم پر لعنت کرتے ہوں۔ صحابہؓ نے دریافت کیا یا رسول اللہ! کیا ہم ایسے امیروں کا تلوار سے مقابلہ کریں۔ آپؐ نے فرمایا ہرگز نہیں جب تک وہ تم میں نماز قائم رکھیں تم ان کا مقابلہ نہ کرو اور جب تم اپنے حکام میں کوئی ایسی چیز دیکھو جسے تم ناپسند کرتے ہو تو ایسے شخص کے کام کو تو کراہت کی نگاہ سے دیکھو لیکن اس کی اطاعت سے ہاتھ مت کھینچو۔

اس حدیث سے یہ تو ظاہر ہی ہے کہ مامور من اللہ کی طرح اس کے خلفاء سے بھی دلی محبت رکھنا اور ان کے لئے دعائیں مانگنا اور ان پہ سلامتی بھیجنا ضروری ہے البتہ اس حدیث کے تعلق میں خاص طور پر قابل غور بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نا اہل دنیوی حکمرانوں کے متعلق بھی جن کے لئے دلوں میں محبت کے جذبات پیدا نہیں ہوتے اس امر کی اجازت نہیں دی کہ ان کی اطاعت سے ہاتھ کھینچا جائے۔ بلکہ اُن کی اطاعت کو بھی لازمی قرار دیا ہے۔ جب نا اہل دنیوی حکمرانوں کی

اطاعت بھی ضروری ہے تو پھر مامور من اللہ کے خلفاء جنہیں خدا تعالیٰ خود مقرر کرتا ہے اور جو مامور من اللہ کی طرح ہی اپنے متبعین کے ساتھ ماں باپ سے بھی بڑھ کر محبت کرتے ہیں اور دن رات ان کی دینی و دنیوی فلاح کے لئے کوشاں رہتے ہیں اور ان کے شب و روز ان کے لئے دعائیں کرنے میں ہی بسر ہوتے ہیں۔ ان کی اطاعت تو بدرجہ اولیٰ فرض ہوئی۔ اسی لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے خلفاء کی اطاعت کو خود اپنی اطاعت قرار دیا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ :-

مَنْ اَطَاعَ اَمِيْرِيْ فَقَدْ اَطَاعَنِيْ وَمَنْ عَصٰى اَمِيْرِيْ فَقَدْ عَصَانِيْ

(بخاری باب الاحکام)

جس نے میرے امیر کی اطاعت کی اس نے خود میری اطاعت کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے خود میری نافرمانی کی۔

نیز خبردار فرمایا :-

مَنْ خَرَجَ عَنِ الطَّاعَةِ وَفَارَقَ الْجَمَاعَةَ فَمَاتَ، مَاتَ مِيْتَةً الْجَاهِلِيَّةِ

(مسلم بحوالہ مشکوٰۃ کتاب الامارۃ)

یعنی جو شخص امیر کی اطاعت سے خروج کرتا ہے اور جماعت کے اتحاد سے علیحدگی اختیار کرکے تفرقہ کی بنیاد قائم کرتا ہے وہ اگر بغیر توبہ کے اس حالت میں مر جائے تو اس کی موت غیر اسلامی موت ہوگی۔

پس خلفاء کے ساتھ دلی محبت رکھنا اور بدل و جان ان کی اطاعت بجالانا اسیطرح فرض ہے جس طرح مامور کے ساتھ دلی محبت رکھنا اور بدل و جان اس کی اطاعت بجالانا۔ جس طرح مامور من اللہ سے بغض رکھنے اور اس کی اطاعت سے انحراف اختیار کرنے سے ایمان کے زبانی دعویٰ کے باوجود انسان حقیقی معنوں میں مومن نہیں رہتا، اسیطرح خلفاء کے ساتھ دلی وابستگی اور محبت نہ رکھنے اور ان کی اطاعت کے بارہ میں نفس میں تنگی محسوس کرنے سے ایمان سلامت نہیں رہتا۔ اور ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کبھی کامیابی کا راستہ نہیں دکھاتا۔

امام الزمان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے آپ کی ذات والاصفات میں یحی الدین ویقیم الشریعۃ کا وعدہ نہایت شان سے پورا ہوا۔ آپ نے جہاں اپنے اصحاب کو شریعت کے دیگر احکام کا پابند بنا کر اپنی قوت قدسی کے ذریعہ انہیں روحانی ترقی کی راہ پر گامزن فرمایا وہاں اپنے آقا و مطاع آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرح انہیں محبت اور اطاعت کی صفات سے بھی متصف کر دکھایا یہی وجہ تھی آپ کے اپنے اصحاب نے فی الحقیقت قرآنی حکم کے بموجب آپ کو اپنے ماں باپ، بہن بھائی، بیوی بچوں اور دنیا کی ہر عزیز سے عزیز شے پر مقدم کرلیا۔ اور وہ آپ کی محبت اور عشق میں ایسے سرشار

ہوئے کہ انہیں تمام جسمانی رشتوں اور دنیوی اموال کی محبت ہیچ نظر آنے لگی۔ پھر اطاعت میں بھی انہوں نے وہ کمال دکھایا کہ جس کی نظیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کے سوا اور کہیں نہیں ملتی۔ پھر شریعت کے منشاء کے مطابق محبت و عشق اور اطاعت کی یہ بے نظیر کیفیت آپ کے بعد آپ کے خلفاء کے ساتھ بھی اسی شدّ و مدّ کے ساتھ جاری رہی اور بفضل اللہ تعالیٰ نسلاً بعد نسلٍ مسلسل جاری ہے۔ حتیٰ کہ جماعتِ احمدیہ کے افراد کا اپنے امام کے ساتھ محبت و عشق اور اطاعت کا جذبہ آج دنیا میں ضرب المثل کا درجہ اختیار کر چکا ہے۔ دوسرے لوگ اسے مثال کے طور پر پیش کرتے ہیں اور اس کی تعریف کرتے ان کی زبان نہیں تھکتی۔ الغرض احمدی ہونے کی حیثیت میں اپنے امامِ ہمام کے ساتھ محبت و عشق اور کامل اطاعت کا جذبہ قرآنی تعلیم کے عین مطابق ہمارا ایک امتیازی نشان ہے اور ہم اس کے ذریعہ دنیا میں پہچانے اور شناخت کئے جاتے ہیں۔ نسلاً بعد نسلٍ اپنے اس امتیازی نشان کو برقرار رکھنا اور اسے درخشاں سے درخشاں تر بناتے چلے جانا ہمارا اوّلین فرض ہے۔

اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے خلافتِ ثالثہ کی شکل میں ہمیں ایک اور عظیم الشان انعام سے سرفراز فرما کر اپنے دائمی وعدہ کو ایک دفعہ پھر نہایت مہتم بالشان طریق پر پورا فرمایا ہے۔ ہمارا بدرجۂ اولیٰ یہ فرض ہے کہ ہم اپنے اس امتیازی نشان کو درخشاں سے درخشاں تر بنائیں اور دنیا پر اس طرح ظاہر کر دیں کہ ہمارا یہ امتیازی نشان ایک دائمی نشان ہے ہمارے ساتھ خلافت کا خدائی وعدہ ایک دائمی وعدہ ہے جو اس امر کا مقتضی ہے کہ ہم میں خلافت کے ساتھ محبت و عقیدت اور اس کی اطاعت کا جذبہ بھی ایک دائمی جذبہ ہو۔ پس ہمارے لئے ضروری اور از بس ضروری ہے کہ ہم سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ اپنے محبت و عشق کے جذبہ کو ترقی دیں اور اس حد تک ترقی دیں کہ اس محبت و عشق کے بالمقابل خونی رشتوں اور دنیوی تعلقات اور مال و منال کی محبت سراسر ہیچ نظر آئے اور پھر محبت و عشق کے رنگ میں رنگین ہو کر اپنے اطاعت کے جذبہ کو اس درجہ ترقی دیں کہ یہ فطری تقاضہ کی صورت اختیار کرلے اور ہمارے لئے یہ ممکن ہی نہ رہے کہ ہم کبھی آپ کے احکام کی بجا آوری میں نفس کے اندر کوئی تنگی محسوس کریں بلکہ ہمیشہ ہی پوری بشاشت اور انشراحِ صدر کے ساتھ آپ کے ہر حکم پر لبیک کہتے چلے جائیں۔

ہمیں یہ امر کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ ہماری تمام ترقی کا دار و مدار خلیفۂ وقت کیساتھ دلی محبت اور آپ کی اطاعت پر ہے۔ اس کے بغیر نہ ہم صحیح معنوں میں نمازوں پر قائم رہ سکتے ہیں، نہ زکوٰۃ پر اور نہ اطاعتِ رسولؐ پر۔ دینی احکام بجا لا کر اور غلبۂ اسلام کے لئے قربانیاں کر کے عند اللہ فائز المرام ہونے کا انحصار صرف اور صرف ایک بات پر ہے اور وہ ہے خلیفۂ وقت کے ساتھ دلی محبت اور اس کی کامل اطاعت۔ ہم میں اور دوسرے مسلمانوں میں یہی چیز مابہ الامتیاز ہے۔ اسی لئے تو ہماری نمازیں، ہمارے روزے اور ہماری مالی اور جانی قربانیاں نتیجہ خیز ہو کر خدائی افضال کو جذب کرنے کا موجب ثابت ہو رہی ہیں اور بفضل اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے دنیا میں ایک انقلاب عظیم رونما ہو رہا ہے۔ عبادتیں اور خدمت دین

کی مساعی اُس وقت تک نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوتیں جب تک وہ خدائی تدبیر سے ہم آہنگ نہ ہوں۔ اور خدائی تدبیر کا علم بجز امامِ وقت کے جسے خدا تعالیٰ خود اس منصب جلیلہ پر فائز کرتا ہے اور کسی ذریعہ سے حاصل نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نزولِ ملائکہ کے ذریعہ امام وقت کی خود رہنمائی فرماتا ہے اور حسبِ ضرورت خدائی تدبیر کی مختلف کڑیاں اس پر ظاہر فرما کر اس کے ذریعہ جماعتِ مومنین کو مناسبِ حال اعمال بجالانے کی توفیق عطا فرماتا ہے۔

اس حقیقت کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے خطبات میں بڑی وضاحت کے ساتھ بار بار جماعت کے ذہن نشین کرایا اور اس کی اہمیت کو سمجھنے کی تلقین فرمائی۔ چنانچہ ذیل میں ہم حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خطبہ کا ایک بصیرت افروز اقتباس یہاں درج کرتے ہیں حضورؓ نے فرمایا:۔

" قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ انبیاء کی جماعتوں کے لئے ضروری ہے کہ اپنے آپ کو کُلّی طور پر خدا کی تدبیر کے ماتحت کر دیں۔ اگر وہ مردہ نہیں ہوتے۔ ان کے اندر جوش اور اخلاص ہوتا ہے، وہ قربانی کے لئے تیار رہتے ہیں، مگر قربانی کے لئے خدا کی طرف دیکھتے ہیں۔ جب خدا تعالیٰ کی طرف سے اذن ہو اور جس رنگ میں ہو وہ اسی وقت اور اسی رنگ میں قربانی کرتے ہیں۔ اور ایسے لوگوں کی فوقیت اور عظمت کی بڑی علامت فرمانبرداری اور اطاعت کا ایسا نمونہ ہی ہوتا ہے جو دوسری قوموں میں نظر نہیں آتا۔ جو چیز دوسروں کی نگاہ میں ذلّت ہو وہ ان کی نگاہ میں عزت ہوتی ہے اور جو دوسروں کو عزت نظر آئے وہ اسے ذلّت سمجھتے ہیں۔ لوگ عزت اس میں سمجھتے ہیں کہ اپنے نفس کا غصّہ نکال لیں اور مومن اس میں کہ خدا تعالیٰ کا حکم پورا ہو نفس کا غصّہ بے شک نہ نکلے۔ جب کوئی شخص ایسا ہو جائے تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ آسمان سے فرشتے نازل کرتا ہے جو اس کی مدد کرتے ہیں اور یہی کامیابی کا ذریعہ ہے۔ تم سوچو تو سہی کیا ہماری اتنی طاقت ہے کہ ساری دنیا کو فتح کر سکیں۔ ہمیں تو جو کامیابی ہوگی فرشتوں کے ذریعہ سے ہوگی۔ اور یہ اُسی وقت ہوتا ہے جب مومن اپنے نفسوں پر قابو رکھیں اور دل میں اس کے لئے بالکل تیار رہیں کہ جب خدا تعالیٰ کی طرف سے آواز آئے گی تو اپنے نفسوں کو قربان کر دیں گے، مگر اپنے ہاتھوں اور زبانوں کو قابو میں رکھیں اور کوئی بات ایسی نہ کریں جو خلافِ شریعت اور خلافِ آداب ہو۔ شریعت وہ ہے جو قرآن کریم میں بیان ہے اور آداب وہ ہیں جو خلفاء کی زبان سے نکلیں۔ پس ضروری ہے کہ آپ لوگ ایک طرف تو شریعت کا احترام قائم کریں اور دوسری طرف خلفاء کا ادب و احترام قائم کریں۔ اور یہی چیز ہے جو مومنوں کو کامیاب کرتی ہے۔

بے شک میں نبی نہیں ہوں لیکن میں نبوت کے قدموں پر اور اس کی جگہ پر کھڑا ہوں۔ ہر وہ شخص جو میری اطاعت سے باہر ہوتا ہے وہ یقیناً نبی کی اطاعت سے باہر ہو جاتا ہے۔ جو میرا جُوا اپنی گردن سے اتارتا ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جُوا اتارتا ہے۔ اور جو ان کا جُوا اتارتا ہے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جُوا

اتارتا ہے، اور جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا جُوا اتارتا ہے وہ خدا تعالےٰ کا جُوا اتارتا ہے۔ میں بے شک انسان ہوں مگر میں یہ کہنے سے نہیں رہ سکتا کہ میری اطاعت اور فرمانبرداری میں خدا تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری ہے ... یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت کو دیکھتے ہوئے میں انسانوں پر انحصار نہیں کرسکتا اور تم بھی یہ نصرت اس طرح حاصل کر سکتے ہو کہ اطاعت کا اعلیٰ نمونہ دکھاؤ۔ اور ایسا کرنے میں صرف خلیفہ کی اطاعت کا ثواب نہیں بلکہ موعود خلیفہ کی اطاعت کا ثواب تمہیں ملے گا اور اگر تم کامل طور پر اطاعت کرو تو مشکلات کے بادل اڑ جائیں گے، تمہارے دشمن زیر ہو جائیں گے، اور فرشتے آسمان سے تمہارے لئے ترقی والی نئی زمین اور تمہاری عظمت و سطوت والا نیا آسمان پیدا کریں گے۔ لیکن شرط یہی ہے کہ کامل فرمانبرداری کرو۔ جب تم سے مشورہ مانگا جائے تو مشورہ دو ورنہ چپ رہو۔ ادب کا مقام یہی ہے لیکن اگر تم مشورہ دینے کے لئے بے تاب ہو تو بغیر پوچھے بھی دے دو مگر عمل وہی کرو جس کی تمہیں ہدایت دی جائے۔ ہاں صحیح اطلاعات دینا ہر مومن کا فرض ہے اور اس کے لئے پوچھنے کا انتظار نہیں کرنا چاہیئے۔ باقی رہا عمل اس کے بارہ میں تمہارا فرض یہی ہے کہ خلیفہ کے ہاتھ اور اس کے ہتھیار بن جاؤ تب ہی برکت حاصل کرسکو گے اور تب ہی کامیابی نصیب ہوگی۔ اللہ تعالےٰ تم کو اس کی توفیق بخشے"

(الفضل ۴ر ستمبر ۱۹۳۷ء)

سیدنا فضل عمر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدائی بشارتوں کے بموجب بہت بلند مرتبہ و مقام اور امتیازی شان کے حامل تھے اور آپ کا مقام خلافت سے بالا ہوتے ہوئے خلافت اور ماموریت کے درمیان کا مقام تھا۔ اب آپ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو خلیفۃ المسیح کی حیثیت سے محبت و عقیدت، ادب و احترام اور اطاعت کا وہی مقام حاصل ہے جس کا ذکر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنے پُر معارف خطبہ کے مندرجہ بالا اقتباس میں فرمایا ہے۔ آپ کا مقام بھی اپنی جگہ بہت ارفع و اعلےٰ ہے کیونکہ طالمود کی پیشگوئی اور نافلۃ لک کی بشارت کے بموجب آپ بھی موعود خلیفہ ہیں۔ اب ہماری تمام تر ترقی اور کامیابی آپ کے ساتھ محبت اور آپ کی اطاعت پر منحصر ہے کیونکہ آپ کی اطاعت میں خدا تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری ہے۔ سو ہمارا کام یہی ہے کہ ہم آپ کے ہاتھ اور آپ کے ہتھیار بن جائیں تب ہی ہم برکت حاصل کر سکتے ہیں اور تب ہی ہمیں کامیابی نصیب ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں خلیفۃ المسیح کی حیثیت سے آپ کا مقام پہچاننے، آپ کے ساتھ کمال درجہ محبت و عقیدت رکھنے، آپ کے ادب و احترام کو ہر آن ملحوظ رکھنے اور جملہ امور میں آپ کی اطاعت کو لازم پکڑنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ہم اللہ اور رسول ؐ کی محبت اور اطاعت میں ترقی کر کے روحانی فیوض و برکات حاصل کریں اور غلبۂ اسلام کے ضمن میں اپنی ذمہ داریوں کو ادا کر کے عند اللہ فائز المرام ٹھہریں۔ آمین یا ارحم الراحمین۔

○

کلماتِ طیّبات حضرت مسیحِ موعود علیہ السّلام

کوئی شخص محض میرے ہاتھ پر بیعت کر لینے سے متبعین میں داخل نہیں ہو سکتا

اس کے لئے اطاعت میں فنا ہونا اور پوری اتّباع کرنا ضروری ہے،

خدا سے سچّا تعلق پیدا کرو اور دین کو دنیا پر مقدم کر کے دکھاؤ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے بار بار اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ محض بیعت کر لینا اپنے اندر کوئی حقیقت نہیں رکھتا تاوقتیکہ انسان پوری اتباع نہ کرے اور اطاعت میں فنا نہ ہو جائے۔ ذیل میں حضور علیہ السلام کے پُرمعارف ملفوظات کا ایک نہایت بیش قیمت اقتباس ہدیۂ قارئین کیا جا رہا ہے جس میں حضور علیہ السلام نے کامل اتباع اور کامل اطاعت پر روشنی ڈالی ہے۔ (ادارہ)

"یقیناً سمجھو کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک وہ لوگ پیارے نہیں ہیں جن کی پوشاکیں عمدہ ہوں اور وہ بڑے دولت مند اور خوش خور ہوں۔ بلکہ خدا تعالےٰ کے نزدیک وہ پیارے ہیں جو دین کو دنیا پر مقدم کر لیتے ہیں۔ اور خالص خدا ہی کے لئے ہو جاتے ہیں۔ پس تم اس امر کی طرف توجہ کرو نہ پہلے امر کی طرف۔ اگر میں جماعت کی موجودہ حالت پر ہی نظر کروں تو مجھے بہت غم ہوتا ہے کہ ابھی بہت ہی کمزور حالت ہے اور بہت سے مراحل باقی ہیں جو اس نے طے کرنے ہیں۔ لیکن جب اللہ تعالےٰ کے وعدوں پر نظر کرتا ہوں جو اس نے مجھ سے کئے ہیں تو میرا غم امید سے بدل جاتا ہے۔ منجملہ اُس کے وعدوں کے ایک یہ بھی ہے جو فرمایا ـــ وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ

اَتّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

یہ تو سچ ہے کہ وہ میرے متبعین کو میرے منکروں اور میرے مخالفوں پر غلبہ دے گا۔ لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ متبعین میں سے ہر شخص محض میرے ہاتھ پر بیعت کرنے سے داخل نہیں ہوسکتا جب تک اپنے اندر وہ اتباع کی پوری کیفیت پیدا نہیں کرتا متبعین میں داخل نہیں ہوسکتا، پوری پوری پیروی جب تک نہیں کرتا، ایسی پیروی کہ گویا اطاعت میں فنا ہو جاوے اور نقشِ قدم پر چلے اُس وقت تک اتباع کا لفظ صادق نہیں آتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایسی جماعت میرے لئے مقدر کی ہے جو میری اطاعت میں فنا ہو اور پورے طور پر میری اتباع کرنے والی ہو۔ اس سے مجھے تسلّی ملتی اور میرا غم امید سے بدل جاتا ہے۔ مجھے اس بات کا غم نہیں کہ ایسی جماعت نہیں ہوگی، نہیں جماعت تو ضرور ہوگی اس لئے کہ خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ ایسے لوگ ضرور ہوں گے، مگر غم اِس بات کا ہے کہ ابھی جماعت کچی ہے اور پیغامِ موت آرہا ہے۔ گویا جماعت کی حالت اُس بچّہ کی سی ہے جس نے ابھی دو چار روز دودھ پیا ہو اور اسکی ماں مر جائے۔

بہر حال خدا تعالیٰ کے وعدوں پر میری نظر ہے اور وہ خدا ہی ہے جو میری تسکین اور تسلّی کا باعث ہے۔ ایسی حالت میں کہ جماعت کمزور اور بہت کچھ تربیت کی محتاج ہے یہ ضروری امر ہے کہ میں تمہیں توجہ دلاؤں کہ تم خدا تعالیٰ کے ساتھ سچا تعلق پیدا کرو اور اسی کو مقدم کرلو اور اپنے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پاک جماعت کو ایک نمونہ سمجھو اور ان کے نقشِ قدم پر چلو۔ میں ابھی بیان کرچکا ہوں کہ وہ ایک ایسی صادق جماعت تھی جو اپنے ایمانِ قوی کے لحاظ سے جان فدا کرنے میں بھی دریغ نہ کرتی تھی بلکہ میں دعوٰے سے کہتا ہوں کہ وہ ایک ایسی قوم ہے جس کی نظیر ملِ سکتی ہی نہیں۔ جب ہم دوسری قوموں کا ان سے مقابلہ کرتے ہیں تو ان کی عظمت اور شوکت کا اور بھی دل پر اثر ہوتا ہے اور جس قدر غور کرتے جاویں آپ کے مراتب اور مدارج پر حیرت ہوتی ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے کیسی قوتِ قدسی عنایت فرمائی تھی اور اس میں ایسی تاثیر اور طاقت رکھی تھی کہ صحابہؓ جیسی جاں نثار قوم آپ نے تیار کی۔ آپ ایسی قوم چھوڑ گئے تھے جو خالص خدا ہی کے لئے قدم اٹھانے والی تھی۔ وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں ایسے سرگرم اور تیار تھے اور اس راہ میں انہیں جان دے کر ایسی خوشی ہوتی تھی کہ آجکل کے دنیا داروں کو کسی مقدمہ کی فتح سے بھی وہ خوشی نہیں ہوسکتی۔ وہ بالکل خدا ہی کے لئے ہو گئے تھے۔ ایسی زبردست اور بے مثل تبدیلی کوئی نبی اپنی قوم میں پیدا نہیں کرسکا۔ لکھا ہے کہ ایک صحابیؓ جنگ کر رہا تھا۔ اُس نے دشمن پر تلوار ماری لیکن وہ تلوار دشمن کے تو نہ لگی الٹ کر اسی کے آلگی بعض نے کہا کہ وہ شہید نہیں ہوا۔ اُسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے تو اس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا میں شہید نہیں ہوا؟ اُسے اِس بات کا سخت غم تھا کہ شہادت سے محروم رہے۔ آپ نے فرمایا کہ تجھ کو دو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ اس لئے کہ ایک تو تُو نے دشمن

پر حملہ کیا دوسرے خود اسی راہ میں مارا گیا۔ بات کیا تھی ؟ صرف یہ کہ وہ نہ چاہتے تھے کہ یہ مرتبہ شہادت ہم سے رہ جائے یہ بالکل سچی بات ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ان کے دلوں کو اپنی محبت سے بھر دیا تھا اور اتنا ہی نہیں تھا بلکہ وہ خدا تعالےٰ کی محبت اور معرفت الٰہی میں اعلےٰ درجہ تک پہنچ گئے تھے اور اسی وجہ سے ان کی عقل فہم اور فراست میں بہت بڑی ترقی ہو گئی تھی۔

ایک انگریز جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور مسیحؑ کا مقابلہ کرتا ہے تو وہ لکھتا ہے کہ صحابہؓ میں علاوہ اس کے کہ ان میں صدق اور ایمان کی طاقت موجود تھی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سر دینے کو تیار ہو جاتے تھے اور ایسی جگہ کھڑے ہوتے تھے جہاں بجز جان دینے کے اور کوئی چارہ ہی نہ ہوتا تھا۔ لیکن برخلاف اس کے مسیح کے حواریوں کی یہ حالت تھی کہ خود انہی میں سے ایک نے تیس روپے لے کر پکڑوا دیا اور دوسرے اس کے پاس سے بھاگ گئے اور دو گھڑی بھی اس کے ساتھ نہ ٹھہر سکے۔ سامنے کھڑے ہو کر ایک نے لعنت کی۔ ایسے حواریوں کو صحابہؓ کے ساتھ کیا نسبت اور کیا مقابلہ۔ پھر عقلی طور پر مقابلہ کر کے لکھا ہے کہ حواریوں کی تو یہ حالت تھی کہ وہ ایک گاؤں کا انتظام کرنے کی بھی قابلیت نہ رکھتے تھے برخلاف ان کے صحابہؓ نے علوم سیاست اور حکمرانی میں وہ کمال دکھایا اور ایسی اعلیٰ قابلیت کا ثبوت دیا کہ آج اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ انہوں نے ایک عظیم الشان سلطنت کا انتظام کیا۔ حضرت عمر اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما کا نمونہ موجود ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں ایسا خطرناک فتنہ پیدا ہوا تھا۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہوتا تو سخت مشکلات کا سامنا تھا۔ مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے خدا تعالےٰ سے تائید پا کر اس فتنہ کو اور جو جنگلی بادیہ نشین مرتد ہو گئے تھے ان کو سدھارا اور درست کیا۔

غرض باوجود اس بات کے کہ وہ تیار شدہ تھے اور صدق اور نور سے بھرے ہوئے تھے تاہم اللہ تعالیٰ ان کو فرماتا ہے۔ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ۔ یعنی ایسے لوگ ہونے چاہئیں جو تفقہ فی الدین کریں۔ یعنی جو دین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سکھایا ہے اس میں تفقہ کر سکیں یہ نہیں کہ طوطے کی طرح یاد ہو اور اس میں غور و فکر کی مطلق عادت اور مذاق ہی نہ ہو۔ اس سے وہ غرض حاصل نہیں ہو سکتی جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے۔ اور وہی غرض ہماری ہے یعنی محل اور موقع کے حسب حال جواب دے سکیں۔ مناظرہ کر سکیں۔ لیکن چونکہ سب کے سب ایسے نہیں ہو سکتے اس لئے یہ نہیں فرمایا کہ سب کے سب ایسے ہو جائیں بلکہ یہ فرمایا ہر جماعت اور گروہ میں سے ایک ایک آدمی ہو اور گویا ایک جماعت ایسے لوگوں کی ہونی چاہیئے جو تبلیغ اور اشاعت کا کام کر سکیں۔ اس لئے بھی ہر شخص ایسی طبیعت اور مذاق کا نہیں ہوتا۔

خود اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی تقسیم تین طرح پر کی ہے۔ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرَاتِ یعنی تین قسم کے لوگ ہوتے ہیں

اوّل جو ظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ کہلاتے ہیں ان کی حالت ایسی ہوتی ہے کہ خواہش نفس ان پر غالب ہوتی ہے اور وہ گویا پنجۂ نفس میں گرفتار ہوتے ہیں۔ دوم وہ لوگ ہیں جو مقتصد یعنی میانہ رو کہلاتے ہیں۔ یعنی کبھی نفس ان پر غالب ہو جاتا ہے اور کبھی وہ نفس پر غالب ہو جاتے ہیں اور پہلی حالت سے نکل چکے ہوتے ہیں۔ لیکن تیسرا گروہ ان لوگوں کا ہوتا ہے جو پنجۂ نفس سے کلّی رہائی پا لیتے ہیں اور وہ سابق بالخیرات کہلاتے ہیں۔ یعنی نیکی کرنے میں سب سے سبقت لے جاتے ہیں اور وہ محض خدا ہی کے لئے ہو جاتے ہیں۔ ان میں علمی اور عملی قوت آ جاتی ہے۔ ایسے لوگ خدمتِ دین کے لیے مفید اور کار آمد ہوتے ہیں۔ اِس قانون کو مدّنظر رکھ کر اللہ تعالےٰ نے بعض کا حکم دیا۔ کیونکہ کُل کے کُل تو اس مقصد کے لئے تیار نہیں ہو سکتے تھے۔ اور یہی اللہ تعالےٰ کا قانونِ قدرت ہے کہ بعض لوگ ایسے ہونے چاہئیں جو تجارت، زراعت یا ملازمت کریں اور ایسے بھی ہونے چاہئیں جو دین کی تبلیغ کرنے والے ہوں تاکہ قوم آئندہ ٹھوکروں سے بچ جاوے۔"

(ملفوظات جلد ۸ صفحہ ۲۹۸ تا ۳۰۲)

○

صحابہؓ کی اطاعت کا معیار

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور صحابہؓ کا یہ حال تھا کہ جہاں آپ نے کچھ فرمایا اپنی تمام آراء اور دانشوں کو اس کے سامنے حقیر سمجھا اور جو کچھ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُسی کو واجب العمل قرار دیا۔ ان کی اطاعت میں گُم شدگی کا یہ عالم تھا کہ آپؐ کے وضو کے بقیہ پانی میں برکت ڈھونڈتے تھے اور آپ کے لب مبارک کو متبرک سمجھتے تھے۔ اگر اُن میں یہ اطاعت، یہ تسلیم کا مادہ نہ ہوتا بلکہ ہر ایک اپنی رائے کو مقدم سمجھتا اور پھوٹ پڑ جاتی تو وہ اس قدر مراتبِ عالیہ کو نہ پاتے" (الحکم نمبرہ سنہ ۱۹۰۱ء)

منظوم عربی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اَلشَّجَرَۃُ الطُّوبٰی!

(اعلیٰ، عمدہ، اور بے مثل درخت)

وَمَنْ کَانَ یَخْشَی اللّٰہَ لَا یَخْشَی الْوَرٰی　　ھُوَ الشَّجَرَۃُ الطُّوبٰی یُنَوِّرُ وَیُثْمِرُ

اور جو شخص خدا سے ڈرتا ہے وہ لوگوں سے نہیں ڈرتا وہ درختِ طوبیٰ ہے پھول لاتا ہے اور پھل لاتا ہے

وَمَنْ کَانَ بِاللّٰہِ الْمُھَیْمِنِ مُؤْمِنًا　　عَلٰی نَائِبَاتِ الدَّھْرِ لَا یَتَفَکَّرُ

اور جو شخص خدائے مہیمن پر ایمان لاتا ہے وہ زمانہ کے حوادث سے کچھ متفکر نہیں ہوتا

رَأَیْنَا عِنَایَۃَ حِبِّنَا عِنْدَ اُثْرَۃٍ　　وَکُلُّ صَدِیْقٍ فِی الشَّدَائِدِ یُخْبَرُ

ہم نے اپنے دوست کی عنایت کو سختی کے وقت دیکھا اور ہر ایک دوست سختیوں کے وقت آزمایا جاتا ہے

اَرَی النَّفْسَ لَا تَدْرِیْ لُغُوْبًا بِسُبْلِہٖ　　وَمَا اِنْ اَرٰھَا عِنْدَ خَوْفٍ تَأَخَّرُ

میں اپنے نفس کو دیکھتا ہوں کہ اس کی راہوں میں رکتا نہیں اور میں نہیں دیکھتا کہ وہ خوف کے وقت پیچھے ہٹے

وَاِنِّیْ نَسِیْتُ الْھَمَّ وَالْغَمَّ وَالْبَلَا　　اِذَا جَاءَنِیْ نَصْرٌ وَّ وَحْیٌ یُّبَشِّرُ

اور میں نے ہم اور غم اور بلا کو بھلا دیا جب اس کی مدد اور وحی بشارت دینے والی میرے پاس آئی

وَاِنَّا بِفَضْلِ اللّٰہِ نَطْوِیْ شِعَابَنَا　　عَلٰی ھَاجِرَاتٍ مِّثْلَ رِیْحٍ تُصَرْصِرُ

اور ہم خدا کے فضل سے اپنی راہ طے کر رہے ہیں ایسی اونٹنیوں پر جو تیز ہوا کی طرح چلتی ہیں

وَلَسْنَا عَلَی الْاَعْقَابِ مَوْتٌ یَّرُدُّنَا　　وَلَوْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ نُدْمٰی وَنُنْحَرُ

اور ہم ایسے نہیں ہیں کہ کوئی موت ہمیں خدا کی راہ سے ہٹادے اور اگرچہ خدا کی راہ میں ہم مجروح ہو جائیں یا ذبح کئے جائیں

منظوم فارسی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

تا وجودم ہست خواہد بود عشقت در دلم

(یا رسول اللہ! جب تک میرا وجود باقی ہے آپ کا عشق میرے دل میں رہے گا)

یا نبی اللہ! جہاں تاریک شد از کفر و شرک　　وقت آں آمد کہ بنمائی رُخِ خورشید وار
اے نبی اللہ! کفر اور شرک سے دنیا اندھیر ہو گئی۔ اب وقت آ گیا ہے کہ آپؐ اپنا سورج کی مانند چہرہ ظاہر کریں

بینم انوارِ خدا در روئے تو اے دلبرم　　مستِ عشقِ روئے تو بینم دلِ ہر ہوشیار
اے میرے دلبر! میں انوارِ الٰہی آپؐ کے چہرہ پر دیکھتا ہوں اور ہر عقلمند دل کو آپ کے چہرے کے عشق میں سرشار پاتا ہوں

اہلِ دل فہمند قدرت عارفاں دانند حال　　از دو چشمِ شپرّاں پنہاں خورِ نصف النہار
صاحب دل آپؐ کی قدر پہچانتے ہیں اور عارف آپ کا حال۔ لیکن چمگادڑوں کی آنکھ سے دوپہر کا سورج چھپا ہوا ہے

ہر کسے دارد سرے با دلبرے اندر جہاں　　من فدائے روئے تو اے دلستانِ گلعذار
ہر شخص اس دنیا میں کسی نہ کسی محبوب سے تعلق رکھتا ہے مگر میں اے پھول سے رخسار والے محبوب آپؐ کے مونہہ کا فدائی ہوں

از ہمہ عالم دل اندر روئے خوبت بستہ ام　　ہر وجودِ خویشتن کردم وجودت اختیار
سارا جہان چھوڑ کر میں نے آپؐ کے حسین چہرہ سے دل لگایا ہے اور اپنے نفس پر آپ کے نفس کو اختیار کر لیا ہے

زندگانی چیست جاں کردن براہِ تو فدا　　رستگاری چیست در بندِ تو بودن صید وار
زندگی کیا ہے؟ یہی کہ آپؐ کی راہ میں جان کا قربان ہو جانا۔ آزادی کیا ہے؟ یہی کہ آپ کی قید میں شکار بن کر رہنا

تا وجودم ہست خواہد بود عشقت در دلم　　تا دلم دوران خوں دارد بہ تو دارد مدار
جب تک میرا وجود باقی ہے آپ کا عشق میرے دل میں رہیگا جب تک میرے دل میں خون دورہ کرتا ہے تب تک اس کا سب دارومدار آپؐ ہی ہیں۔

(آئینہ کمالاتِ اسلام)

-✧-

اطاعتِ خلفاء اور اُسکی اہمیّت!

(حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اطاعتِ خلفاء کی اہمیت بیان کرتے ہوئے واضح فرمایا ہے کہ خلفاء کی اطاعت اسیطرح فرض ہے جس طرح انبیاء کی اطاعت فرض ہے۔ خلفاء اگرچہ مامور نہیں ہوتے لیکن اطاعت کے لحاظ سے ان میں اور انبیاء میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ اطاعت دونوں کی یکساں فرض ہوتی ہے۔ البتہ دونوں اطاعتوں میں ایک امتیاز ضرور ہوتا ہے لیکن یہ امتیاز نفسِ اطاعت کی وجہ سے نہیں بلکہ وجہِ اطاعت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ نبی کی اطاعت اس وجہ سے کی جاتی ہے کہ وہ وحیٔ الٰہی کا مرکز ہوتا ہے اور خلیفہ کی اطاعت اس لئے کی جاتی ہے کہ وہ نبی کے بعد تنفیذ وحیٔ الٰہی اور نظام کا مرکز ہوتا ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ انبیاء کو عصمتِ کبریٰ حاصل ہوتی ہے اور خلفاء کو عصمتِ صغریٰ ——— چنانچہ حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

"خلافت ایک ایسی چیز ہے جس سے جدائی کسی عزت کا مستحق انسان کو نہیں بنا سکتی۔ اسی مسجد میں میں نے حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا آپ فرماتے تھے تم کو معلوم ہے پہلے خلیفہ کا دشمن کون تھا؟ پھر خود ہی اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے قرآن پڑھو تمہیں معلوم ہوگا کہ اس کا دشمن ابلیس تھا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا میں بھی خلیفہ ہوں اور جو میرا دشمن ہے وہ بھی ابلیس ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ خلیفہ مامور نہیں ہوتا۔ گو یہ ضروری بھی نہیں کہ وہ مامور نہ ہو۔ حضرت آدم مامور بھی تھے اور خلیفہ بھی تھے، حضرت داؤدؑ مامور بھی تھے اور خلیفہ بھی تھے، اسیطرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام مامور بھی تھے اور خلیفہ بھی تھے، پھر تمام انبیاء مامور بھی ہوتے ہیں اور خدا کے قائم کردہ خلیفہ بھی۔ جس طرح ہر انسان ایک طور پر خلیفہ ہے اسیطرح انبیاء بھی خلیفہ ہوتے ہیں۔ مگر ایک وہ خلفاء ہوتے ہیں جو کبھی مامور

نہیں ہوتے۔ گو اطاعت کے لحاظ سے ان میں اور انبیاء میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ اطاعت جس طرح نبی کی ضروری ہے ویسے ہی خلفاء کی ضروری ہے۔ ہاں ان دونوں اطاعتوں میں ایک امتیاز اور فرق ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ نبی کی اطاعت اور فرمانبرداری اس وجہ سے کی جاتی ہے۔ کہ وہ وحیٔ الٰہی اور پاکیزگی کا مرکز ہوتا ہے مگر خلیفہ کی اطاعت اس لئے نہیں کی جاتی کہ وہ وحیٔ الٰہی اور پاکیزگی کا مرکز ہوتا ہے بلکہ اس لئے کی جاتی ہے کہ وہ تنفیذِ وحیِ الٰہی اور تمام نظام کا مرکز ہے۔ اسی لئے واقف اور اہل علم لوگ کہا کرتے ہیں کہ انبیاء کو عصمتِ کبریٰ حاصل ہوتی ہے اور خلفاء کو عصمتِ صغریٰ۔ اسی مسجد میں اسی منبر پر جمعہ کے ہی دن حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میں نے سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ تم میرے کسی ذاتی فعل میں عیب نکال کر اُس اطاعت سے باہر نہیں ہو سکتے جو خدا نے تم پر عائد کی ہے کیونکہ جس کام کے لئے میں کھڑا ہوا ہوں وہ اور ہے اور وہ نظام کا قیام ہے اسی لئے میری فرمانبرداری ضروری اور لازمی ہے۔

تو انبیاء کے متعلق جہاں الٰہی سنت یہ ہے کہ سوائے بشری کمزوریوں کے جن میں توحید اور رسالت میں فرق ظاہر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ دخل نہیں دیتا اور اس لئے بھی کہ وہ امت کی تربیت کے لئے ضروری ہوتی ہیں۔ (جیسے سجدۂ سہو کہ وہ بھول کے نتیجہ میں ہوتا ہے مگر اس کی ایک غرض امت کو سہو کے احکام کی عملی تعلیم دینا تھی) ان کے تمام اعمال خدا تعالیٰ کی حفاظت میں ہوتے ہیں۔ وہاں خلفاء کے متعلق خدا تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ ان کے وہ تمام اعمال خدا تعالیٰ کی حفاظت میں ہوں گے۔ جو نظام سلسلہ کی ترقی کے لئے ان سے سرزد ہوں گے۔ اور کبھی بھی وہ ایسی غلطی نہیں کریں گے اور اگر کریں گے تو اس پر قائم نہیں رہیں گے جو جماعت میں خرابی پیدا کرنے والی اور اسلام کی فتح کو اس کی شکست سے بدل دینے والی ہو۔ وہ جو کام بھی نظام کی مضبوطی اور اسلام کے کمال کے لئے کریں گے خدا تعالیٰ کی حفاظت ان کے ساتھ ہوگی۔ اور اگر وہ کبھی غلطی بھی کریں تو خدا اسکی اصلاح کا خود ذمہ دار ہوگا۔ گویا نظام کے متعلق خلفاء کے اعمال کے ذمہ دار خلفاء نہیں بلکہ خدا ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خلفاء خود قائم کیا کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ غلطی نہیں کر سکتے بلکہ مطلب یہ ہے کہ یا تو انہی کی زبان سے یا عمل سے خدا تعالیٰ اس غلطی کی اصلاح کرا دے گا یا اگر ان کی زبان یا عمل سے غلطی کی اصلاح نہ کرائے تو اُس غلطی کے بد نتائج کو بدل ڈالے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی حکمت چاہے کہ خلفاء بھی کوئی ایسی بات کر بیٹھیں جس کے نتائج بظاہر مسلمانوں کے لئے مضر ہوں۔ اور جس کی وجہ سے بظاہر جماعت کے متعلق خطرہ پیدا ہو کہ وہ بجائے ترقی کرنے کے تنزل کی طرف جائے گی تو اللہ تعالیٰ نہایت مخفی سامانوں کے ذریعہ اُس غلطی کے نتائج کو بدل دے گا۔ اور جماعت بجائے تنزل کے ترقی کی طرف قدم بڑھائے گی اور وہ مخفی حکمت بھی پوری ہو جائے گی جس کے لئے خلیفہ کے دل میں ذہول پیدا کیا گیا تھا۔

مگر انبیاء کو یہ دونوں باتیں حاصل ہوتی ہیں یعنی عصمت کبریٰ بھی اور عصمت صغریٰ بھی۔ وہ تنفیذ نظام کا بھی مرکز ہوتے ہیں اور وہی پاکیزگیٔ اعمال کا مرکز بھی ہوتے ہیں۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر خلیفہ کے متعلق ضروری ہے کہ وہ پاکیزگی اعمال کا مرکز نہ ہو۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ پاکیزگیٔ اعمال سے تعلق رکھنے والے بعض افعال میں وہ دوسرے اولیاء سے کم ہو۔ پس جہاں ایسے خلفاء ہو سکتے ہیں جو پاکیزگی اعمال کا مرکز بھی ہوں اور نظام سلسلہ کا مرکز بھی۔ وہاں ایسے خلفاء بھی ہو سکتے ہیں جو پاکیزگی اور ولایت میں دوسروں سے کم ہوں۔ لیکن نظامی قابلیتوں کے لحاظ سے دوسروں سے بڑھے ہوئے ہوں، مگر ہر حال میں ہر شخص کے لئے ان کی اطاعت فرض ہو گی۔ چونکہ نظام کا ایک حد تک جماعتی سیاست کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اس لئے خلفاء کے متعلق غالب پہلو یہ دیکھا جاتا ہے کہ وہ نظامی پہلو کو برتر رکھنے والے ہوں۔ گو ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ دین کے استحکام اور اس کے صحیح مفہوم کے قیام کو بھی وہ مدنظر رکھیں۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں جہاں خلافت کا ذکر کیا (نور رکوع ۷) وہاں بتایا کہ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ خدا ان کے دین کو مضبوط کرے گا اور اسے دنیا پر غالب کرے گا۔

پس جو دین خلفاء پیش کریں وہ خدا تعالیٰ کی حفاظت میں ہوتا ہے۔ مگر یہ حفاظتِ صغریٰ ہوتی ہے، جزئیات میں وہ غلطی کر سکتے ہیں۔ اور خلفاء کا آپس میں اختلاف بھی ہو سکتا ہے مگر وہ نہایت ادنیٰ چیزیں ہوتی ہیں جیسے بعض مسائل کے متعلق حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما میں اختلاف رہا۔ بلکہ آج بھی امتِ محمدیہ ان مسائل کے بارہ میں ایک عقیدہ اختیار نہیں کر سکی۔ مگر یہ اختلاف صرف جزئیات میں ہی ہو گا۔ اصولی امور میں ان میں کبھی اختلاف نہیں ہو گا۔ بلکہ اس کے برعکس ان میں ایسا اتحاد ہو گا کہ وہ دنیا کے ہادی اور رہنما اور اسے روشنی پہنچانے والے ہوں گے۔ پس یہ کہہ دینا کہ کوئی شخص باوجود بیعت نہ کرنے کے اسی مقام پر رہ سکتا ہے جس مقام پر بیعت کرنے والا ہے درحقیقت یہ ظاہر کرتا ہے کہ ایسا شخص یہ سمجھا ہی نہیں کہ بیعت اور نظام کیا چیز ہے۔" (الفضل ۱۷ر فروری ۱۹۳۵ء)

○

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اگر دعا نہ ہوتی تو کوئی انسان خدا شناسی کے بارے میں حق الیقین تک نہ پہنچ سکتا"

(الحکم ۲۳ر جنوری ۱۸۹۹ء)

اِحساسِ ذمہ داری اور انصار اللہ

مکرم پروفیسر شیخ محبوب عالم صاحب خالد ایم۔ اے۔ قائد عمومی مجلس مرکزیہ

کھیل کے میدان میں آخری لمحات بے حد اہم ہوتے ہیں بسا اوقات انہی بیش قیمت لمحوں میں کھیل کا پانسہ پلٹ جاتا ہے۔ ان میں ایک پوائنٹ جیتنے سے ہارنے والے کھلاڑی جیت جاتے ہیں اور جیتنے والے کھلاڑی ہار جاتے ہیں۔ ایک دوڑ میں حصّہ لینے والوں کے قدم آغاز میں دھیمے ہوں تو ہوں مگر دوڑ کے آخری حصّہ میں ان کے قدم تیز ہو جاتے ہیں۔ اور وہ ایک دوسرے سے بڑھنے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دیتے ہیں۔ روحانی زندگی کی دوڑ کا بھی یہی عالم ہے۔ جوانی کے عالم میں غفلت اور سستی سے کام لینے والے بھی اپنی عمر کے آخری حصّہ میں ہوشیار ہو جاتے ہیں۔ اور تلافی مافات کے لئے ہر ممکن کوشش کرنے اور نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی سر توڑ کوشش کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ جل شانہٗ اپنے نیک بندوں کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے

وَلَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ عِنْدَہٗ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِہٖ وَلَا یَسْتَحْسِرُوْنَ یُسَبِّحُوْنَ الَّیْلَ وَالنَّہَارَ لَا یَفْتُرُوْنَ ۔

اور جو وجود بھی آسمان میں ہیں اور زمین میں ہیں سب اسی کے ہیں اور جو اس کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے سرتابی نہیں کرتے اور نہ اس سے تھکتے ہیں۔ وہ رات کو بھی اور دن کو بھی تسبیح کرتے ہیں۔ اور وہ اس سے رکتے نہیں

(الانبیاء ع ۲)

اس آیت میں مومنوں کی دو خصوصیات بیان کی گئی ہیں

اوّل۔ وہ دن اور رات تسبیح و تحمید میں صرف کرنے اور عمر بھر عبادت بجا لانے کے باوجود اس سے اکتاتے

اور تھکتے نہیں اور مایوس نہیں ہوتے۔ بعض کوتاہ اندیش کچھ عرصہ عبادت کرکے تھک کر بیٹھ جاتے ہیں یہ کہتے ہوئے کہ ہم نے اتنا عرصہ نمازیں پڑھیں کوئی نتیجہ تو نکلا نہیں۔ یہ امر مومن کی شان سے بعید ہے۔

دوم۔ ان کے قدم کبھی دھیمے نہیں پڑتے بلکہ عمر کے آخری حصہ میں ان کے قدم تیز تر ہو جاتے ہیں اور وہ تلافیٔ مافات کے لئے زیادہ مستعدی کے ساتھ قدم بڑھاتے چلے جاتے ہیں۔

انصار اللہ بچپن، لڑکپن اور جوانی کے ادوار میں سے گزرنے کے بعد زندگی کی آخری منزل میں داخل ہو جاتے ہیں۔ ان کے لئے زندگی کا ہر لمحہ نہایت بیش قیمت ہوتا ہے۔ زندگی کے اس دور کے ہر لمحہ کو انہیں نہایت حزم و احتیاط سے برتنا ہوتا ہے کیونکہ ذرا سی لغزش اور بے احتیاطی ان کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتی ہے، اور ہوشیاری، مستعدی اور احتیاط سے وہ خدا کے فضل سے کامیاب ہو سکتے ہیں۔ بسا اوقات بغیر سوچے سمجھے مونہہ سے نکلی ہوئی ایک بات عمر بھر کی نیکیوں کو ضائع کرنے اور حبطِ اعمال کی باعث ہو جاتی ہے اور دوسری طرف تبتل اور انابت الی اللہ کی ایک گھڑی میں ایک انسان خدا کے فضل سے سلوک کی سینکڑوں منزلیں اور قرب کی ہزاروں راہیں طے کر جاتا ہے۔

گو عمر ناپائدار کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا لیکن جوانی کے عالم میں بالعموم ایک انسان یہ خیال کر سکتا ہے کہ ابھی اس کی عمر کا کافی حصہ پڑا ہے جوانی کے دن تو تن آسانی سے گزار لے عمر کے آخری حصہ میں تلافیٔ مافات ہو جائے گی مگر انصار تو ان خطوط پر نہیں سوچ سکتے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

"انصار اللہ پر بہت بڑی ذمہ داری ہے وہ اپنی عمر کے آخری حصہ میں سے گزر رہے ہیں اور یہ آخری حصہ وہ ہوتا ہے جب انسان دنیا کو چھوڑ کر اگلے جہان جانے کی فکر میں ہوتا ہے اور جب کوئی انسان اگلے جہان جا رہا ہو تو اس وقت اپنے حساب کی صفائی کا بہت زیادہ خیال ہوتا ہے اور وہ ڈرتا ہے کہ کہیں وہ ایسی حالت میں دنیا سے کوچ نہ کر جائے کہ اس کا حساب گندہ ہو اس کے اعمال خراب ہوں اور اس کے پاس وہ زادِ راہ نہ ہو جو اگلے جہان میں کام آنے والا ہے **جب احمدیت کی غرض یہی ہے کہ بندے اور خدا کا تعلق درست ہو جائے** تو ایسی عمر اور عمر کے ایسے حصے میں اس کا جس قدر احساس ایک مومن کو ہونا چاہیئے وہ کسی سے مخفی نہیں ہو سکتا نوجوان تو یہ خیال بھی کر سکتے ہیں کہ اگر ہم سے خدمتِ خلق میں کوتاہی ہوئی تو انصار اللہ اس کام کو ٹھیک کر لیں گے۔ مگر انصار اللہ کس پر انحصار کر سکتے ہیں **وہ اگر اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی سے کام لیں گے وہ اگر دین محبت اپنے**

نفوس میں اور پھر تمام دنیا کے قلوب میں پیدا کرنے میں کامیاب نہ ہوں گے وہ اگر احمدیت کی اشاعت کو اپنا اوّلین مقصد قرار نہ دیں گے اور وہ اگر اس حقیقت سے اغماض کریں گے کہ انہوں نے اسلام کو دنیا میں پھر زندہ کرنا ہے تو انصار اللہ کی عمر کے بعد اور کونسی عمر ہے جس میں وہ یہ کام کریں گے"

(الفضل ۱۷ نومبر ۱۹۴۳ء)

پس انصار اللہ کے ذمہ عظیم کام ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط کرنا

۲۔ دین کی محبت نہ صرف اپنے نفوس میں پیدا کرنا بلکہ گردوپیش اور تمام دنیا کے قلوب کو اس سے مالامال کرنا

۳۔ احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی اشاعت کو اپنا اوّلین مقصد قرار دینا

۴۔ اپنے عمل کوشش اور ہر ممکن قربانی سے اسلام کو دنیا میں پھر زندہ کرنا۔

یہ عظیم ذمہ داریاں مسلسل جدوجہد کی متقاضی ہے اور بے حد چستی اور بیداری چاہتی ہیں۔ انہی مقاصد کے پیش نظر مجلس انصار اللہ مرکزیہ سال بھر کے لئے لائحہ عمل تجویز کرتی ہے اور انصار اللہ کے سامنے پیش کرتی ہے تاکہ وہ اسے اپنائیں اور اس طرح ان عظیم ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش کریں سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے گزشتہ جلسہ سالانہ میں یہ ارشاد فرمایا تھا کہ کوئی مجلس ایسی نہ رہے جو بیدار نہ ہو اور تندہی، محنت اور اخلاص اور جوش کے ساتھ مجلس کے پروگرام کو جامۂ عمل پہنانے کے لئے سرگرم عمل نہ ہو پس یہ سال ہمارے لئے بیداری کا سال ہونا چاہیئے۔ تن آسانی سستی اور غفلت کا موقعہ نہیں۔ ہمیں ہر لحظہ مصروف عمل رہنا ہوگا تا مسابقت الی الخیر کی اس دوڑ اور ان عظیم مقاصد کے حصول میں خدا کے فضل سے ہم کامیاب ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سستی اور غفلت سے بچائے فرض شناسی کی توفیق دے اور منزل مقصود تک پہنچنا ہمارے لئے آسان کر دے۔ آمین ثم آمین۔

o

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"مادر پدر آزاد کبھی خیر و برکت کا مونہہ نہ دیکھیں گے"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۲۹۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی صداقت کا ایک زبردست نشان

پنڈت لیکھرام کے متعلق

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عظیم الشان پیشگوئی

اور

اس کا ظہور واقعات کے آئینہ میں

۶ مارچ — حق و باطل میں آسمانی فیصلہ کا — تاریخی دن

(از مکرم رشید احمد صاحب چغتائی شاہد سابق مبلغ بلاد عربیہ۔ ربوہ)

"یہ پیشگوئی بڑے مقصد کے ظاہر کرنے کے لئے کی گئی تھی یعنی اس بات کا ثبوت دینے کے لئے کہ آریہ مذہب بالکل باطل اور وید خدا کی طرف سے نہیں اور ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک رسول اور برگزیدہ نبی اور اسلام خدا تعالیٰ کی طرف سے سچا مذہب ہے۔"

("سراج منیر" مصنفہ حضرت مسیح موعودؑ بانی جماعت احمدیہ)

پنڈت لیکھرام کا مختصر تعارف

پنڈت لیکھرام کے آباؤ اجداد کہوٹہ ضلع راولپنڈی کے رہنے والے تھے اس کے پردادا مہتہ پردھان اپنے اس آبائی مقام کو چھوڑ کر "سید پور" تحصیل چکوال ضلع جہلم میں اپنے سسرال کے ہاں آ رہے تھے پنڈت لیکھرام کی پیدائش اپنی ننھیال موضع "سید پور" مذکورہ میں ۸ چیت سمت ۱۹۱۵ بکرمی مطابق ۱۸۵۸ء میں ہوئی۔ ان کے باپ کا نام تارا سنگھ تھا۔ لیکھرام۔ طوطا رام۔ اور بالک رام تین بھائی تھے۔ پنڈت لیکھرام بچپن ہی سے شوخ اور آزاد طبیعت شخص تھا۔ اپنے استادوں کو تنگ کیا کرتا تھا۔ اس نے اپنے چچا گنڈا رام کی سرپرستی میں پرورش پائی۔ چند سال کی تعلیم کے بعد ۱۷۔ ۱۸ سال کی عمر میں ۱۸۷۵ء کے قریب پنڈت لیکھرام پولیس میں بھرتی ہو کر پشاور

کے علاقہ میں جہاں اس کے چچا تھے قریب سات سال ملازمت میں رہا جس میں متعدد مرتبہ معطّل و درجہ سے نیچے گرایا گیا۔ کیونکہ "پنڈت لیکھرام کی طبیعت شروع سے ہی حد درجہ آزاد تھی ۔۔۔۔ افسران سے ان کی نہیں بنتی تھی" بالآخر نومبر ۱۸۸۴ء میں ملازمت چھوڑ کر پشاور سے لاہور آریہ سماج میں پہنچ گیا۔ اور آریہ سماج کا اپدیشک بن گیا۔ اس دوران جب وہ فیروزپور میں آریہ گزٹ ہفتہ وار اخبار میں ایڈیٹر کے طور کام کرتا تھا اسے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی تصانیف مطالعہ کرنے کا موقعہ ملا اور پھر اس نے حضورؑ سے خط وکتابت شروع کر دی

(تلخیص از جیون چرتر و دیباچہ کلیات آریہ مسافر)

پنڈت لیکھرام کی طرف سے آسمانی نشان کا مطالبہ

مذکورہ خط وکتابت میں پنڈت لیکھرام نے بڑی شوخی سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو لکھا کہ :-

"اچھا آسمانی نشان تو دکھا دیں۔ اگر بحث کرنا نہیں چاہتے تو رب العرش خیر الماکرین سے میری نسبت کوئی آسمانی نشان تو مانگیں تا فیصلہ ہو" (بحوالہ استفتاء صے)

اس بات سے ہی اس شخص کی طرزِ تحریر اور اس کے کردار اور اخلاق کا اندازہ بآسانی ہو جاتا ہے کہ جس نے بے ادبی وگستاخی کی راہ سے حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف اپنے تصنیف کردہ رسالوں کے نام تک "تکذیب براہین احمدیہ" اور "نسخہ خبط احمدیہ" وغیرہ رکھا تھا۔

حضرت مسیح موعودؑ نے اس کے مطالبۂ نشان پر جواب میں تحریر فرمایا :-

"جناب پنڈت صاحب! آپ کا خط میں نے پڑھا۔ آپ یقیناً سمجھیں کہ ہمیں نہ بحث سے انکار ہے اور نہ نشان دکھلانے سے۔ مگر آپ سیدھی نیت سے طلب حق نہیں کرتے ۔۔۔ آپ کی زبان بد زبانی سے رکتی نہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ اگر بحث کرنا نہیں چاہتے تو رب العرش خیر الماکرین سے میری نسبت کوئی آسمانی نشان مانگیں۔ یہ کس قدر ہنسی ٹھٹھے کے کلمے ہیں۔ گویا آپ اس خدا پر ایمان نہیں لاتے جو بے باکوں کو تنبیہہ کر سکتا ہے۔" (استفتاء صفحہ ۹-۸)

پنڈت لیکھرام آریہ سماج کی طرف سے حضرت مسیح موعود میرزا غلام احمد قادیانی علیہ السّلام کے مقابل اس دعویٰ کے ساتھ آیا کہ اسلام سچائی سے خالی ہے۔ اور بانیٔ اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم (استغفار) سچے نبی نہ تھے (نعوذ باللہ) اور یہ کہ ساری سچائیوں کا سرچشمہ وید ہیں۔ اور وید کے رشیوں کے بعد دنیا میں کوئی سچا نبی پیدا نہیں ہوا۔ اور اب نجات پانے کا واحد ذریعہ ویدک دھرم کا قبول کرنا ہے۔ چنانچہ پنڈت لیکھرام نے پرمیشر کے حضور سچے فیصلہ کے لئے (حضرت میرزا غلام احمد علیہ السلام کے خلاف) جو دعائے مباہلہ کی اس کے بعض درج ذیل فقرات سے اس کی دیگر اہل مذاہب اور بالخصوص قرآن مجید اور سرورِ کائنات حضرت

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بے ادبی و بدزبانی و گستاخی مزید آشکار ہوتی ہے۔ اس نے لکھا:۔

پنڈت لیکھرام کی طرف سے دعائے مباہلہ

"... وید ہی سب سے کامل اور مقدس گیان کی پستک ہیں .... آریہ ورت سے باہر جو بقول مسلمانوں کے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر ۵۔ ۶ ہزار سال میں آئے ہیں اور توراۃ۔ زبور۔ انجیل قرآن وغیرہ کتب لائے ہیں میں دلی یقین سے ان پستکوں کے مطالعہ کرنے سے اور سمجھنے سے .... ان کی تمام مذہبی ہدایتوں کو بناوٹی اور جعلی، اصلی الہام کے بدنام کرنے والی تحریر میں خیال کرتا ہوں... جس طرح میں اور راستی کے خلاف باتوں کو غلط سمجھتا ہوں ایسا ہی میں قرآن اور اس کے اصولوں و تعلیموں کو جو وید کے مخالف ہیں ان کو غلط اور جھوٹا جانتا ہوں۔ لیکن میرا دوسرا فریق مرزا غلام احمد ہے۔ وہ قرآن کو خدا کا کلام جانتا ہے۔ اور اس کی سب تعلیموں کو صحیح اور درست سمجھتا ہے جس طرح میں قرآن وغیرہ کو پڑھ کر غلط سمجھتا ہوں ویسے وہ بغیر پڑھے یا دیکھے ویدوں کو غلط سمجھتا ہے۔ اے پرمیشر! ہم دونوں میں سچا فیصلہ کر.... کیونکہ کاذب صادق کی طرح کبھی تیرے حضور میں عزت نہیں پا سکتا۔ راقم آپ کا ازلی بندہ لیکھرام شرما سبھاسد آریہ سماج پشاور"

(نسخہ خبط احمدیہ صـ۸۲ مشمولہ کلیات آریہ مسافر صـ۵۸۵)

غرض پنڈت لیکھرام جب اپنی شوخیوں اور بدزبانیوں سے رک جانے کی بجائے ان میں بڑھتا ہی گیا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کے حضور دعا کی تو آپ کو اس کے ہیبت ناک انجام کی خبر دی گئی تاہم ایسی خبر شائع کرنے سے قبل حضور اقدس نے پنڈت لیکھرام وغیرہ مخالفین کو موقع دیا اور لکھا کہ:۔

"..... اگر کسی صاحب پر کوئی ایسی پیشگوئی شاق گزرے تو وہ مجاز ہیں کہ یکم مارچ ۱۸۸۶ء سے یا اس تاریخ سے جو کسی اخبار میں پہلی دفعہ یہ مضمون شائع ہو ٹھیک ٹھیک دو ہفتہ کے اندر اپنی دستخطی تحریر سے مجھکو اطلاع دیں۔ تا وہ پیشگوئی جس کے ظہور سے وہ ڈرتے ہیں اندراج رسالہ (سراج منیر۔ ناقل) سے علیحدہ رکھی جاوے"۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس ضمن میں خاص طور پر اس تحریر میں بعض کے نام بھی درج فرماتے ہوئے لکھا "جیسے منشی اندرمن صاحب مراد آبادی و پنڈت لیکھرام صاحب پشاوری وغیرہ۔ جن کی قضا و قدر کے متعلق غالباً اس رسالہ میں بقید وقت و تاریخ کچھ تحریر ہوگا...." (از ضمیمہ اخبار ریاض ہند امرتسر مطبوعہ یکم مارچ ۱۸۸۶ء جسے حضورؑ نے آئینہ کمالات اسلام کے آخری صفحات پر بھی درج کر کے شائع فرمایا ہوا ہے)

پنڈت لیکھرام کی شوخی

پنڈت لیکھرام نے بڑی بے باکی اور استہزاء کی راہ اختیار کرتے ہوئے جواباً لکھ بھیجا کہ میری نسبت جو پیشگوئی چاہو شائع کردو۔ اس ضمن میں اُس نے "اشتہار اوّل" کے عنوان سے مزید لکھا کہ :-

"آپ کی علت غائی یہ ہے کہ لوگ ڈر کر آپ کی طرف رجوع لاویں اور بھینٹ چڑھاویں اور تحریریں بھیجدیں۔ آپ سے کوئی نہیں ڈرتا۔ بے شک جی کھول کر درج کیجئے ادھر ہمارا شعلۂ طور تیار ہوتا ہے۔ ہم بھی اپنا الہام سنائیں گے اور غیب کی باتیں بتائیں گے۔"

(کلیات آریہ مسافر ص۴۹۵)

علاوہ ازیں پنڈت لیکھرام نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مذکورہ اشتہار میں سے بعض فقرات درج کر کے ان پر تنقید کرتے ہوئے لکھا کہ :-

"اگر صرف مخالفوں کی ہی نسبت دریدہ دہنی کی تو پھر ہمارے حملے بھی آپ جانتے ہی ہیں۔ قبر تک بھی پیچھا چھوٹنا مشکل ہوگا ۔۔۔۔ یہ آپ کی پبلک کو صاف دھوکہ دہی ہے۔ آپ میں یہ قدرت ہرگز نہیں کہ کسی کے بارے میں صریح خبر بقید تاریخ و وقت لکھ سکیں" (

(کلیات آریہ مسافر ص۴۹۶)

لیکھرام کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پنڈت لیکھرام کے متعلق خدا تعالےٰ سے علم پاکر جو پیشگوئی فرمائی وہ حضورؑ کے الفاظ میں درج ذیل ہے :-

۱۔ "لیکھرام پشاوری کی نسبت ایک پیشگوئی"

"واضح ہو کہ اس عاجز نے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں جو اس کتاب کے ساتھ شامل کیا گیا تھا۔ اندرمن مراد آبادی اور لیکھرام پشاوری کو اس بات کی دعوت کی تھی کہ اگر وہ خواہش مند ہوں تو ان کی قضاوقدر کی نسبت بعض پیشگوئیاں شائع کی جائیں۔ سو اس اشتہار کے بعد اندرمن نے تو اعراض کیا اور کچھ عرصہ کے بعد فوت ہوگیا لیکن لیکھرام نے بڑی دلیری سے ایک کارڈ اس عاجز کی طرف روانہ کیا کہ میری نسبت جو پیشگوئی چاہو شائع کردو۔ میری طرف سے اجازت ہے۔ سو اس کی نسبت جب توجہ کی گئی تو اللہ جلّ شانہٗ کی طرف سے یہ الہام ہوا :-

عِجْلٌ جَسَدٌ لَّهٗ خُوَارٌ۔ لَهٗ نَصَبٌ وَّعَذَابٌ

یعنی یہ صرف ایک بے جان گوسالہ ہے جس کے اندر سے ایک مکروہ آواز نکل رہی ہے اور اس کے لئے ان گستاخیوں اور بدزبانیوں کے عوض میں سزا اور رنج اور عذاب مقدر ہے جو ضرور اس کو مل کر رہے گا۔

اور اس کے بعد آج جو ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء روز دوشنبہ ہے اس عذاب کا وقت معلوم کرنے کے لئے توجہ کی گئی تو خداوند کریم نے مجھ پر ظاہر کیا کہ آج کی تاریخ سے جو بیس فروری ۱۸۹۳ء ہے چھ برس کے عرصہ تک یہ شخص اپنی بدزبانیوں کی سزا میں یعنی ان بے ادبیوں کی سزا میں جو اس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کی ہیں عذاب شدید میں مبتلا ہو جائے گا۔

سو اب مَیں اس پیشگوئی کو شائع کر کے تمام مسلمانوں اور آریوں اور عیسائیوں اور دیگر فرقوں پر ظاہر کرتا ہوں کہ اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہوا جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہو تو سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں اور نہ اس کی روح سے میرا یہ نطق ہے۔ اور اگر مَیں اس پیشگوئی میں کاذب نکلا تو ہر ایک سزا کے بھگتنے کے لئے میں تیار ہوں۔ اور اس بات پر راضی ہوں کہ مجھے گلے میں رسہ ڈال کر کسی سولی پر کھینچا جائے۔ اور باوجود میرے اس اقرار کے یہ بات بھی ظاہر ہے کہ کسی انسان کا اپنی پیشگوئی میں جھوٹا نکلنا خود تمام رسوائیوں سے بڑھ کر رسوائی ہے۔ زیادہ اس سے کیا لکھوں۔ واضح رہے کہ اس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت بے ادبیاں کی ہیں جن کے تصوّر سے بھی بدن کانپتا ہے اس کی کتابیں عجیب طور کی تحقیر اور توہین اور دشنام دہی سے بھری ہوئی ہیں۔ کون مسلمان ہے جو ان کتابوں کو سنے اور اس کا دل اور جگر ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو۔۔۔۔" خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء" (از اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء مشمولہ آئینہ کمالات اسلام)

اسی طرح اسی ضمن میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے اپنے فارسی قصیدہ کے آخری اشعار میں لیکھرام کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف بدزبانیوں کے سبب متنبہ کرتے ہوئے فرمایا :-

اَلا اے دشمنِ نادان و بے راہ   بترس از تیغِ بُرّانِ محمدؐ

۲- مذکورہ بالا اشتہار کے ڈیڑھ ماہ بعد لیکھرام کے بارے میں خدا تعالےٰ کی طرف سے جو مزید انکشافات ہوئے حضور اقدسؑ نے وہ ایک اشتہار میں شائع فرمائے۔ جسے حضور نے اپنی کتاب برکات الدعا میں درج فرما دیا ہوا ہے چنانچہ حضورؑ نے لکھا کہ :-

"لیکھرام پشاوری کی نسبت ایک اور خبر"

"آج جو ۲ اپریل ۱۸۹۳ء مطابق ۱۴ ماہ رمضان ۱۳۱۰ھ ہے صبح کے وقت تھوڑی سی غنودگی کی

حالت میں میں نے دیکھا کہ میں ایک وسیع مکان میں بیٹھا ہوا ہوں اور چند دوست بھی میرے پاس موجود ہیں اتنے میں ایک شخص قوی ہیکل مہیب شکل، گویا اس کے چہرے پر سے خون ٹپکتا ہے، میرے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک نئی خلقت اور شمائل کا شخص ہے۔ گویا انسان نہیں، ملائک شداد غلاظ میں سے ہے۔ اور اس کی ہیبت دلوں پر طاری تھی۔ اور میں اس کو دیکھتا ہی تھا کہ اُس نے مجھ سے پوچھا کہ لیکھرام کہاں ہے۔ اور ایک اور شخص کا نام لیا کہ وہ کہاں ہے۔ تب میں نے اس وقت سمجھا کہ یہ شخص لیکھرام اور اُس دوسرے شخص کی سزا دہی کے لئے مامور کیا گیا ہے مگر مجھے معلوم نہیں رہا کہ وہ دوسرا شخص کون ہے۔ ہاں یہ یقینی طور پر یاد رہا ہے کہ وہ دوسرا شخص انہی چند آدمیوں سے تھا جن کی نسبت میں اشتہار دے چکا ہوں۔ اور یہ یکشنبہ کا دن اور ۴ بجے صبح کا وقت تھا۔

فالحمد للّٰہ علیٰ ذٰلك۔ " (برکات الدعا)

۳۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب کرامات الصادقین " میں جو اگست ۱۸۹۳ء میں شائع ہوئی لیکھرام کی نسبت خدا تعالےٰ کی طرف سے مقرر شدہ چھ سال میعاد کا ذکر اس کے آخری صفحہ پر فرمایا۔ نیز کتاب کے چوتھے قصیدہ میں حضورؑ نے یہ شعر بھی درج فرمایا کہ :-

" وَبَشَّرَنِی رَبِّی وَقَالَ مُبَشِّرًا سَتَعرِفُ یومَ العِیدِ والعِیدُ أقرَبُ "

یعنی خدا تعالےٰ نے مجھے لیکھرام کی موت کی نسبت خبر دیتے ہوئے بتایا کہ اس کی بابت پیشگوئی کے ظہور کی خوشی کا دن عید کے دن سے قریب تر ہوگا۔

۴۔ اسیطرح آپؑ کے الہام میں یہ الفاظ ہیں کہ

" یُقْضٰی اَمْرُہٗ فِی سِتٍّ "

یعنی چھ (۶) میں اس کا کام تمام کیا جائے گا (تذکرہ طبع دوم ص ۲۳۲ در الہامات ۱۸۹۳ء و استفتاء اردو ص ۵ حاشیہ)

حضورؑ کی پیشگوئی کا خلاصہ یہ ہے کہ :-

۱۔ پنڈت لیکھرام کو اپنی گستاخیوں اور شوخیوں کے عوض سخت دکھ دعذاب پہنچے گا۔

۲۔ اس کا عبرتناک واقعہ چھ برس کے اندر ظہور پذیر ہوگا۔

۳۔ مقررہ دن: اس نشان کے ظاہر ہونے کا دن عید کے ساتھ ملا ہوگا

۴۔ تلوار کا نشانہ بن کر اپنے دردناک انجام کو پہنچے گا۔

۵۔ اس کے واقعۂ ہلاکت کو چھ کے عدد سے خاص نسبت ہوگی۔

۶۔ لیکھرام کے ساتھ گوسالہ سامری کا سا سلوک ہوگا جو یہ تھا کہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے تھے اور پھر

جلا کر اس کی راکھ دریا برد کر دی گئی تھی۔

قہری تجلی کا ظہور

اب آئیے دیکھیں یہ مفصّل پیشگوئی کس شان کے ساتھ پوری ہوتی ہے ۱۸۹۷ء کا عمل تھا۔ اس کی چھ سالہ میعاد جو خدا تعالےٰ کی طرف سے مقرر تھی اب قریب الاختتام تھی۔ اور مارچ کے مہینہ میں عید کا دن بھی آ رہا تھا جو اس واقعہ کی معین علامت بتائی گئی تھی۔ اور اس پیشگوئی کے پورا ہونے کی خوشی کی خصوصی پہچان قرار دیا گیا تھا۔ ادھر لیکھرام نے اپنی حفاظت کے لئے نہ صرف یہ کہ اپنا خصوصی انتظام کر رکھا تھا بلکہ حکومت کی طرف سے بھی پولیس کو اس کی حفاظت کی بابت ہدایت تھی۔ چنانچہ دیباچہ "کلیات آریہ مسافر" صفحہ الف میں پنڈت لیکھرام کے متعلق لکھا ہے کہ "پولیس کو خفیہ ہدایت رہتی تھی کہ ہر جگہ ان کی حفاظت مدنظر رکھیں"۔ مگر یہ انتظامات خدا تعالےٰ کے عذاب سے کیونکر اسے بچا سکتے تھے ۵ مارچ کو عید الفطر کا دن تھا اور ۲ شوال یعنی ۶ مارچ ہفتہ کا روز تھا جب کہ عصر کے بعد پنڈت لیکھرام اپنے رہائشی مکان واقع محلہ وچھووالی۔ لاہور میں اسکی بالائی منزل میں بیٹھا پنڈت دیانند کی سوانح عمری مکمل کر رہا تھا۔ اور ایک شخص جو آریہ سماجیوں کے بیان کے مطابق شدھ (یعنی ہندو دھرم میں داخل) ہونے کے لیے پاس بیٹھا تھا۔ جس کے لئے آریہ سماج ۷ مارچ ۱۸۹۷ء کو شدھی کی پہلی تقریب منانے کا اہتمام بڑی شان وشوکت سے کرنے والی تھی اور یہ دن اس خوشی کی تقریب کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اس کی طرف سے مقرر کیا گیا ہوا تھا۔ کام کی تھکان کی وجہ سے پنڈت لیکھرام نے چارپائی سے اٹھ کر انگڑائی لی۔ اس شخص نے جو ہندو ہونا چاہتا تھا اچانک لیکھرام پر خنجر سے ایسا شدید وار کیا کہ انتڑیاں باہر نکل آئیں اور لیکھرام "عجل جسد لہٗ خوار" کی حالت میں دکھائی دینے لگا۔ یعنی اس کے مونہہ سے اس درد و دہشت میں بیل کی طرح نہایت زور سے آواز نکلی جسے سُن کر اسکی بیوی اور والدہ اوپر آ گئیں۔ آہ و فغاں میں لوگ جمع ہو گئے۔ یہ واقعہ ۶ بجے شام ظہور میں آیا تھا۔ لیکھرام کو میو ہسپتال میں پہنچایا گیا۔ اس وقت ہسپتال میں انگریز سرجن ڈاکٹر پیری موجود نہ تھے دو اڑھائی گھنٹہ بعد جب وہ پہنچے تو انہوں نے لیکھرام کے زخم سیئے۔ لیکن قریباً بارہ بجے جب وہ انتڑیاں وغیرہ صاف کر کے اور پیٹ سی کر ہاتھ دھونے لگے تو ٹانکے ٹوٹ گئے۔ اور ان کو دوبارہ سینا پڑا۔ لیکن زخم اتنے کاری تھے کہ پنڈت لیکھرام ان سے جانبر نہ ہو سکا اور بالآخر اتوار کی صبح لیکھرام اس نصب وعذاب کی حالت میں تڑپ تڑپ کر اور عبرت کا دائمی نشان بن کر اس دنیا سے ہمیشہ کے لئے چل بسا۔

اور جیسا کہ گوسالۂ سامری ہفتہ کے دن ٹکڑے ٹکڑے (دیکھیں تورات خروج باب ۳۲) کیا گیا تھا ایسا ہی پنڈت لیکھرام کا خاتمہ اس کی انتڑیاں شنبہ کے دن خنجر کے ذریعہ ٹکڑے ٹکڑے کئے جانے کے ساتھ ہوا۔ اور جس طرح گوسالہ سامری کو جلا کر اسکی راکھ دریا برد کی گئی تھی اسیطرح لیکھرام کی نعش کو جلایا گیا اور اسکی راکھ دریا میں پھینک دی گئی۔

پیشگوئی کے پورا ہونے کا اعتراف

پنڈت لیکھرام کے عبرتناک انجام کی بابت حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کی پیشگوئی اتنی واضح اور صاف تھی کہ خود آریہ سماجیوں وغیرہ نے بھی اس کا اعتراف کیا۔ بطور نمونہ چند حوالے ملاحظہ ہوں:۔ چنانچہ

۱۔ اخبار پنجاب سماچار نے اس کا ذکر کرتے ہوئے ۱۰ مارچ ۱۸۹۷ء کے پرچہ میں لکھا"۔۔۔۔ پیشگوئی کی تھی کہ پنڈت لیکھرام چھ برس کے عرصہ میں عید کے دن نہایت دردناک حالت میں مرے گا"

۲۔ "ہمارا ماتھا تو اسی وقت ٹھنکا تھا جب مرزا غلام احمد قادیانی نے آپ کی وفات کی پیشگوئی کی تھی"

(اخبار ٹائمس ہند میرٹھ ۱۰ مارچ ۱۸۹۷ء)

۳۔ "سرلکف آریہ" نامی ایک آریہ سماجی کی کتاب کا اقتباس ملاحظہ ہو۔

"پیغمبر قادیانی نے ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء کو ایک اشتہار شائع کیا جس کا مطلب یہ تھا کہ آج کی تاریخ سے چھ سال کے اندر پنڈت لیکھرام اپنی بدزبانیوں اور بے ادبیوں کی سزا میں جو اس نے رسول اللہ کی نسبت کی ہیں عذاب شدید میں مبتلا ہو جائے گا۔ وغیرہ وغیرہ اور اس اشتہار کے سرے پر یہ شعر درج تھا ؎

الا اے دشمن نادان و بے راہ بترس از تیغ بُرّان محمدؐ

مرنے کے اشتہار کو شائع ہوئے قریباً چھ سال گزر گئے۔۔۔"

اس کے بعد واقعہ قتل کا ذکر کیا گیا ہے

۴۔ پنڈت لیکھرام کے واقعات قتل کی تفصیل پنڈت دیو پرکاش نے بھی اپنی کتاب "دافع الاوہام" میں بیان کی ہے

واقعات قتل کی تفصیل

آریہ سماج کی طرف سے شائع ہونیوالے مندرجہ ذیل حوالہ سے اس کے واقعات قتل پر مفصل روشنی پڑتی ہے۔ جس کے لفظ لفظ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے ہر حصہ کے پورا ہونے کی شہادت ملتی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

"۱۵ فروری ۱۸۹۷ء کو ایک شخص لالہ ہنسراج جی کے پاس پہنچا۔ اور کہا کہ میں پنڈت لیکھرام سے ملنا چاہتا ہوں۔ اگلے دن پنڈت جی سے ملاقات ہوئی اور کہا کہ میں کچھ دن پہلے ہندو تھا۔ پھر مسلمان ہو گیا، مگر اب اپنے مذہب پر آنا چاہتا ہوں۔ پنڈت جی نے کہا اچھی بات ہے میں تمہیں ضرور شدھ کر دوں گا۔ ــــــ اس شخص کا حلیہ اس طرح بیان کیا گیا ہے بدن موٹا۔ رنگ کالا

ناک بیٹھی ہوئی۔ سر کے بال کچھ موٹے موٹے۔ آنکھیں اندر کی طرف دھنسی ہوئیں اور عمر لگ بھگ ۲۵ سال۔ لوگ پنڈت جی کو اس شخص سے ہوشیار کرتے۔ مگر پنڈت جی نے کوئی پرواہ نہ کی اور اس اجنبی کا اتا پتہ بھی دریافت نہ کیا۔ اور اسے اپنے ساتھ رہنے کی اجازت دے دی۔ یہ شخص دن رات سایہ کی طرح پنڈت جی کے ساتھ لگا رہا۔ کبھی کسی بات کا سیدھا جواب نہ دیتا۔ معلوم ہوتا تھا کوئی بوچڑ ہے۔ دو تین بار پنڈت جی کے مکان پر کھانا کھاتے بھی اسے دیکھا گیا۔

یکم مارچ ۱۸۹۷ء کو پنڈت جی ملتان پہنچے اور ۸ مارچ تک وہاں رہنا تھا۔ سکھر سے تار کے ذریعہ ان کو وہاں بلایا گیا۔ مگر موت سر پر کھڑی تھی۔ سکھر میں پلیگ ہونے کے سبب ملتان والوں نے وہاں جانے سے روکا۔ پھر مظفر گڑھ جانے کی تیاریاں ہوئیں مگر پتہ نہیں وہاں کا جانا بھی کیوں ملتوی ہوا۔ ۵ مارچ کو عید کا دن تھا۔ اس دن قاتل نے کبھی اسٹیشن پر، کبھی پنڈت جی کے گھر پر۔ کبھی سبھا کے دفتر میں لگ بھگ بیس چکر لگائے ہوں گے۔ ۶ مارچ کی صبح کو وہ پنڈت جی کے گھر پر پہنچا دو بجے کے قریب پنڈت جی بھی ملتان سے لاہور آ پہنچے

قاتل کی طبیعت کچھ خراب معلوم ہوئی۔ پنڈت جی نے اسے ڈاکٹر کشن داس کی دکان سے شربت پلایا ایک بزاز کی دکان پر پہنچے۔ کچھ کپڑا پسند کرنے کے لئے اس شخص کے ہاتھ ماتا جی کے پاس گھر بھیجا بزاز نے پنڈت جی کو ہوشیار کرتے ہوئے کہا پنڈت جی! جسے آپ اپنے ساتھ لئے پھرتے ہیں یہ تو بھینکر اکرتی کا منشیہ مرتیو کی مورتی پرتیت ہوتا ہے (یعنی یہ مہیب شکل و صورت کا شخص موت کا فرشتہ معلوم ہوتا ہے) پنڈت جی نے کہا ایسا مت کہو یہ تو دھرماتما پرش ہے۔ پنڈت جی نے موت کے فرشتہ کو ہی کبھی کا اپنے گھر پر مدعو کر رکھا تھا" (از آریہ پرتی ندھی سبھا کا اتہاس ہندی ص۲۱۲ بحوالہ اخبار الفضل مورخہ ۷ مارچ ۱۹۵۷ء)

"شام کے چھ بجے جب کہ ماتا جی رسوئی میں تھیں اور لکشمی دیوی (پنڈت جی کی بیوی) دوسرے کمرہ میں پڑھ رہی تھیں۔ پنڈت جی باہر چارپائی پر بیٹھے سوامی دیانند کی سوانح حیات کے مسودہ کو ترتیب دے رہے تھے۔ اور یہ شخص پاس کرسی پر بیٹھا تھا ماتا جی نے چوکے میں سے آواز دی۔ گھرت تیل نہیں ہے۔ پنڈت جی کاغذات رکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور انگڑائی لی اور کہا او ہو بھول گیا۔ جب پنڈت جی انگڑائی لے رہے تھے اور چھاتی آگے نکالے کھڑے تھے تو اس شخص نے جو کہ اس پوزیشن کا منتظر تھا۔ اچھل کر چھرا پنڈت جی کے پیٹ میں گھونپ دیا اور گھمایا جس سے انتڑیاں پیٹ سے باہر نکل آئیں۔ خون کا دھارا بہہ رہا تھا لکشمی دیوی باہر نکل آئیں۔ اور اس خیال سے کہ قاتل کہیں اور وار نہ کر دے پنڈت جی کو رسوئی کی طرف کھینچا۔ مگر قاتل کو ابھی صبر نہ آیا تھا اور اپنی خونی آنکھیں دکھاتا ہوا پھر

پیچھا کرنے لگا۔ اتنے میں رسوئی سے ماتاجی بھی باہر نکل آئیں۔ قاتل نے پاس سے بیلن اٹھا کر ماتاجی کے بھی دو تین چوٹیں کر دیں۔ جس سے وہ بے ہوش ہو کر گر پڑیں۔ اتنے میں قاتل یہ جا وہ جا آن کی آن میں آنکھوں سے اوجھل ہو گیا"

(اتہاس آریہ پرتی ندھی سبھا صلا ہندی۔ بحوالہ الفضل ۷ مارچ ۱۹۵۷ء)

"اس وقت پنڈت جی کو میو ہسپتال میں پہنچایا گیا۔ پونے دو گھنٹے کے بعد ڈاکٹر پیری آ گئے۔ دو گھنٹے تک کٹی ہوئی انتڑیوں کو سیتے رہے۔ ایک انتڑی کے دو ٹکڑے ہو چکے تھے۔ آٹھ بڑے بڑے اور کئی چھوٹے زخم تھے۔ دو بجے شب پنڈت جی کے طور بدل گئے۔ دو بار زور سے ہاتھ ہلائے اور مر گئے" (ملخص از "دھرم دیر پنڈت لیکھرام" ہندی مصنفہ اوبھوانند شانت ص۵۶ تا ۶۹۔ بحوالہ اخبار الفضل ۷ مارچ ۱۹۵۷ء)

اس حوالہ کو پڑھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا خدا تعالیٰ نے اپنے خاص تصرف سے آریہ سماجیوں کی زبان قلم سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کی صداقت عیاں کرنے کے لئے یہ سطور تحریر کروا دیں۔ کیونکہ اس کے ایک ایک لفظ سے آشکار ہے کہ حضور اقدس کی پیشگوئی حرف بحرف کمال صفائی سے پوری ہوئی

پیشگوئی کمال صفائی سے پوری ہو گئی

ذرا پنڈت لیکھرام کا مندرجہ ذیل فقرہ دوبارہ پڑھئے جو حضرت مسیح موعودؑ کو مخاطب کر کے اس نے لکھا تھا کہ:

"آپ میں یہ قدرت ہرگز نہیں کہ کسی کے بارے میں صریح خبر بقید تاریخ و وقت لکھ سکیں" (کلیات آریہ مسافر ص۴۹۴)

نیز اس کی آسمانی فیصلہ کے حصول کے لئے خدا تعالیٰ کے حضور دعائے مباہلہ کو بھی ذہن میں مستحضر کیجئے جو یہ تھی کہ:۔

"اے پرمیشر! ہم دونوں میں سچا فیصلہ کر ..... کیونکہ کاذب صادق کی طرح کبھی تیرے حضور میں عزت نہیں پا سکتا۔ راقم آپ کا ازلی بندہ لیکھرام شرما" (کلیات ۵۰۵)

اور پھر حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے لیکھرام کی بابت پیشگوئی کی تفصیلات پر دوبارہ نظر کیجئے جس میں آپ نے وضاحت سے لیکھرام کے عبرتناک واقعہ موت کے ضمن میں تاریخ اور وقت نیز دن تک کی تعیین کر دی تھی۔ یعنی ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء سے چھ سال کے عرصہ میں یہ واقعہ عید کے ساتھ ملنے دن اور چھٹے گھنٹے میں ہوگا (یقضیٰ امرہٗ فی ست) گوسالہ سامری کا سا لیکھرام سے سلوک ہوگا اور پھر حضور نے خدا تعالیٰ کی طرف سے کشف میں دیکھنے کے بعد قاتل کی جو شکل و صورت بتائی وہ یہ تھی کہ "ایک شخص قوی ہیکل۔ مہیب شکل ..... گویا انسان نہیں۔ ہلاک سداد غلاظ میں سے ہے۔ اور اس کی ہیبت دلوں پر طاری تھی"

اللہ تعالیٰ پر لیکھرام کا افتراء

قبل اس کے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی مذکورہ بالا پیشگوئی شائع ہوتی۔ پنڈت لیکھرام نے خدا تعالیٰ پر الہام کا افترا کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے خلاف چند ایک پیشگوئیاں کی تھیں جن کا خلاصہ

یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اُسے بتایا ہے کہ مرزا صاحب کو "تین سال ہی میں سزا دی جائے گی" (کلیات آریہ مسافر ص۴۹۵)

۲۔ "آپ کی ذریت بہت جلد منقطع ہو جائے گی غایت درجہ تین سال تک شہرت رہے گی" (کلیات آریہ مسافر ص۴۹۸)

۳۔ "خدا کہتا ہے چند روز تک قادیان میں نہایت ذلّت و خواری کے ساتھ کچھ تذکرہ رہے گا پھر معدوم محض ہو جائے گا" (ایضاً)

۴۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے ایک عظیم الشان لڑکے کی اپنے گھر میں ۹ سال کی میعاد کے اندر پیدا ہونے کی پیشگوئی کی بابت پنڈت لیکھرام نے لکھا کہ نہ صرف یہ کہ وہ میعاد مقررہ ۹ سال کے اندر پیدا نہیں ہو گا بلکہ اس نے اپنی طرف سے یہ پیشگوئی کی کہ "ابد تک آپ کے کوئی لڑکا پیدا نہ ہو گا" (کلیات ص۴۹۹)

۵۔ "ہمارا الہام یہ کہتا ہے کہ لڑکا کیا۔ تین سال کے اندر اندر آپ کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اور آپ کی ذریت سے کوئی باقی باقی نہ رہے گا" (کلیات آریہ مسافر ۵۰۱)

خدا تعالیٰ نے ارحم الرّاحمین ہے لیکھرام کو چھ سال میعاد دی۔ حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف اس کی بیان کردہ پیشگوئی کی میعاد سے دو چند تا کہ دنیا ساتھ ساتھ آریہ سماج اور خود لیکھرام اپنی پیشگوئیوں کا نہایت واضح طور پر جھوٹا ہونا مشاہدہ کر لے وہ بیا کہ مستقبل کے واقعات جیسے موعود لڑکے کی ۹ سالہ میعاد کے اندر ۱۸۸۹ء میں پیدائش۔ حضرت مسیح موعودؑ کی شہرت اور آپ کی جماعت کی دن دونی اور رات چوگنی ترقی نے ثابت کر دیا) اور تا آریہ سماج اور اس کے لیڈروں پر اسلام کی سچائی ظاہر ہو کر ان پر اتمام حجت ہو۔

لیکھرام کی بابت پیشگوئی سے مقصود اسلام کی صداقت اور دوسرے مذاہب کی موت کا اظہار تھا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔ "یہ پیشگوئی ایک بڑے مقصد کے ظاہر کرنے کے لئے کی گئی تھی یعنی اس بات کا ثبوت دینے کے کہ آریہ مذہب بالکل باطل اور وید خدا تعالیٰ سے نہیں اور ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے پاک رسول اور برگزیدہ نبی اور اسلام خدا تعالیٰ کی طرف سے سچا مذہب ہے۔ اس پیشگوئی کو نری ایک پیشگوئی خیال نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہندوؤں اور مسلمانوں میں ایک آسمانی فیصلہ ہے" (سراج منیر ص۱۰-۹)

غرض پنڈت لیکھرام اپنی دروغ گوئی کا ٹیکہ ماتھے پر اور حسرت و یاس پہلو میں لے کر دنیا سے رخصت ہو گیا۔ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ لیکھرام کو موقع دیا کہ وہ اصلاح کرے مگر بجائے فائدہ اٹھانے کے اور رو بہ اصلاح ہو کر اپنی بد زبانیوں سے باز آ جانے کے وہ اپنی بے باکیوں میں اور بھی بڑھ گیا۔ اور آخر کار اپنی ان شوخیوں کے نتیجہ میں تیغِ برانِ محمد کا شکار ہو گیا۔ اور اسلام کی صداقت اور اس کا منجانب اللہ ہونا اپنی قوم پر ایک دائمی نشان کے طور واضح کر گیا۔

اے کاش کہ وہ رجوع کر لیتا اور اس سے فائدہ اٹھا لیتا تو دنیا اسلام اور مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ایک دوسرا نشان ایک اور رنگ میں مشاہدہ کرتی جیسا کہ حضور اقدس نے لکھا ہے :۔

"ہمارے دل کی اس وقت عجیب حالت ہے۔ درد بھی ہے اور خوشی بھی۔ درد اس لئے کہ اگر لیکھرام رجوع کرتا۔ زیادہ نہیں تو اتنا ہی کرتا کہ وہ بد زبانیوں سے باز آجاتا۔ تو مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ میں اس کے لئے دعا کرتا۔ اور میں امید رکھتا تھا کہ اگر وہ ٹکڑے ٹکڑے بھی کیا جاتا۔ تب بھی زندہ ہو جاتا — وہ خدا جس کو میں مانتا ہوں۔ اس سے کوئی بات انہونی نہیں۔ اور خوشی اس بات کی ہے کہ پیشگوئی نہایت صفائی سے پوری ہو گئی"۔ (سراج منیر طبع سوم صفحہ ۴۲)

پیشگوئی کے پورا ہونے پر آریہ سماج کا ردِ عمل

باوجود ہر طرح کی حفاظت کے سامانوں کے روز روشن میں پنڈت لیکھرام کا اپنے گھر میں قتل ہو جانا اور پھر آریہ سماج اور حکومت کی طرف سے ہر طرح کی کوشش اور جستجو کے ہوتے قاتل کی تلاش میں ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک صرف کی گئی۔ اور اس ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خانہ تلاشی بھی ہوئی غرضیکہ قاتل کی تلاش اور اس کا کھوج نکالنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا گیا اور ہر ممکن ذریعہ بروئے کار لایا گیا . . . . . . لیکن قاتل کا کوئی سراغ نہ ملا۔ اور ملتا بھی کیسے ؛ جب کہ اس قتل میں فی الحقیقت نہ تو کسی سازش کا دخل تھا اور نہ ہی کسی انسان کے منشاء کے موافق یہ قتل ہوا تھا۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے حق و باطل میں آسمانی فیصلہ کا نفاذ تھا جو پیشگوئی تہری تجلی کے ساتھ اس دردناک عذاب کی صورت میں لیکھرام پر خدائی ذرائع سے وارد ہوا تھا — چونکہ اس پیشگوئی کے میعاد کے مطابق وقوع پذیر ہونے میں تو کسی کے لئے انکار کی گنجائش نہ تھی اس لئے آریہ سماج نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف سازش کے الزام کی آڑ لے کر اس عظیم الشان پیشگوئی کو مشتبہ کرنا چاہا۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل سطور سے یہ بات ظاہر ہے :—

۱۔ بابو گھانسی رام ایم اے ایل ایل بی ایک معروف آریہ سماجی نے کھلے الفاظ میں یہ اظہار کیا کہ "صوبہ پنجاب کے دارالخلافت لاہور میں یہ قتل ہوا۔ مگر پولیس قاتل کا پتہ چلانے میں ناکامیاب رہی۔ اتفاق دیکھیے ! غلام احمد کی پیشگوئی پوری ہوئی۔ اور پنڈت لیکھرام کو شہادت نصیب ہوئی۔ اس بات کو پرمیشر ہی جان سکتا ہے کہ یہ اس کا بھیجا ہوا عذاب تھا یا انسان کا" (مسافر آگرہ کا شہید نمبر ۶ مارچ ۱۹۱۳ء)

۲۔ اخبار عام مجریہ ۱۰ مارچ ۱۸۹۷ء نے لکھا :۔
". . . . . — یہ قتل کئی ایک اشخاص کی سوچی اور سمجھی ہوئی اور پختہ سازش کا نتیجہ ہے . . . . اور کیا یہ غیر اغلب ہے کہ اس سازش کا جنم ان اشخاص سے ہوا ہو جو علانیہ بذریعہ تحریر و تقریر کہا کرتے تھے کہ پنڈت کو مار ڈالیں گے۔ اور مزید برآں یہ کہ پنڈت اس عمر میں اور فلاں دن ایک دردناک حالت میں مرے گا۔ کیا آریہ دھرم کے مخالف چند ایک کتب کے ایک خاص مصنف کو اس سازش سے کوئی تعلق نہیں"۔

یہی نہیں ہندوؤں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنے دلوں کے انتقامی جذبہ سے مغلوب ہو کر قتل کی برملا دھمکیاں دیں۔ اس ضمن میں اخبارات کے اقتباسات حضور اقدسؑ نے سراج منیر صفحہ ۳۶-۴۰ حاشیہ (طبع اول) میں درج فرمائے ہوئے ہیں۔

آریوں پر ایک اور اتمام حجت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اس قتل کی سازش کا جو الزام آریہ سماجیوں نے لگایا حضورؑ نے ہر پہلو سے ان کی بدگمانیوں کا ازالہ کیا اور بالآخر ان کے سامنے فیصلہ کا ایک آسان طریق رکھتے ہوئے "لیکھرام کے متعلق آریوں کے خیالات" کے عنوان سے ایک اشتہار شائع فرمایا اور خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر جہاں اپنی بریت کا اظہار کیا وہاں شیرِ خدا نے آریوں وغیرہ کو للکارا اور لکھا کہ:-

"اگر اب بھی کسی شک کرنے والے کا شک دور نہیں ہو سکتا اور مجھے اس قتل کی سازش میں شریک سمجھتا ہے جیسا کہ ہندو اخباروں نے ظاہر کیا ہے تو میں ایک نیک صلاح دیتا ہوں کہ جس سے یہ سارا قصّہ فیصلہ ہو جائے۔ اور وہ یہ ہے کہ ایسا شخص میرے سامنے قسم کھا دے جس کے الفاظ یہ ہوں کہ میں یقیناً جانتا ہوں کہ یہ شخص سازشِ قتل میں شریک ہے یا اس کے حکم سے واقعۂ قتل ہوا ہے۔ پس اگر یہ صحیح نہیں ہے تو اے قادر خدا ایک برس کے اندر مجھ پر وہ عذاب نازل کر جو ہیبتناک عذاب ہو مگر کسی انسان کے ہاتھوں سے نہ ہو اور نہ انسان کے منصوبوں کا اس میں کچھ دخل متصور ہو سکے۔ پس اگر یہ شخص ایک برس تک میری بد دعا سے بچ گیا تو میں مجرم ہوں۔ اور اس سزا کے لائق کہ ایک قاتل کے لئے ہونی چاہئیے۔ اب اگر کوئی بہادر کلیجہ والا آریہ ہے جو اس طور سے تمام دنیا کو شبہات سے چھڑا دے تو اس طریق کو اختیار کرے۔" (اشتہار ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء مشمولہ تبلیغ رسالت جلد ششم صفحہ ۵۲)

افسوس کہ اس نہایت سادہ اور راستی کے طریق فیصلہ کی طرف انہوں نے توجہ نہ دی اور بالفعل کسی نے ایسی قسم نہ اٹھائی۔ اور اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کی صداقت اور زیادہ نمایاں ہو کر چمکی۔

ایک موازنہ

۱۔ غرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق پنڈت لیکھرام نہ صرف یہ کہ خود دوسروں کے لئے نشان و مقامِ عبرت بن کر اس دنیا سے نیست و نابود ہوا۔ بلکہ وہ لیکھرام جس نے حضرت اقدس علیہ السلام اور آپ کی ذرّیت طیبہ کے خاتمہ کی بابت خدا تعالیٰ پر افتراء کرتے ہوئے اپنی طرف سے یہ جھوٹی پیشگوئی شائع کی کہ "ہمارا الہام کہتا ہے کہ (نعوذ باللہ) تین سال کے اندر آپ کا خاتمہ ہو جائے گا اور آپ کی ذرّیت سے کوئی باقی نہ رہے گا" (کلیات صفحہ ۵۰۱) اس کی نسل و کنبہ پر جب ہم نگاہ ڈالتے ہیں تو اس کا حال یوں سامنے آتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے لیکھرام کی بابت تاریخ پیشگوئی ۱۸۹۳ء سے اس کے قتل کے روز (۶ مارچ ۱۸۹۷ء) تک چند سال کے عرصہ کے دوران؛ جس میں ہوتا موتی

لگی رہی۔ چنانچہ اس کے گھر کے چار افراد کہ جن پر اس کے کنبہ کی بقا منحصر تھی موت کا شکار ہو کر اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اور اس طرح نہ صرف اس کا خاندان ختم ہو گیا بلکہ خود اس کی نسل بھی منقطع ہو گئی۔ کیونکہ ان مرنے والوں میں اس کا اکلوتا بیٹا بھی شامل تھا

واضح رہے کہ ۱۸۹۲ء میں ۲۲ سال کی عمر میں لیکھرام کی شادی ہوئی تھی اور ۱۸۹۳ء میں ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے اسکی موت کی پیشگوئی شائع ہوئی تھی۔ مئی ۱۸۹۵ء میں اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا جو ۱۸ اگست ۱۸۹۶ء کو سوا سال کی عمر میں اسے داغ جدائی دے کر فوت ہو گیا۔ اور اس کے بعد ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کو لیکھرام خود مطابق پیشگوئی بصورت قتل موت کے پنجہ میں گرفتار ہو کر لقمۂ اجل ہو گیا۔

اس کے مقابل خدا کے برگزیدہ اور مقبول و پیارے بندے حضرت مسیح موعود و مرزا غلام احمد علیہ السلام بفضلہٖ تعالیٰ خود بھی زندہ سلامت رہے اور آپ کا نام قادیان اور اس کے باہر دنیا جہان میں عزت کے ساتھ شہرت پاتا چلا گیا۔ نیز آپ کی ذریت و اولاد سے "اک سے ہزار ہو دیں ، بار گ و بار ہو دیں" کے مطابق آپ کی مقبول بارگاہ الٰہی دعاؤں کی مصداق بن کر بڑھی اور ترقی پذیر ہوئی اور خدا تعالیٰ کے فضلوں کی وارث قرار پائی۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کی بارشیں سدا ان پر برساتا رہے۔ آمین۔

۲۔ اسیطرح جہاں حضرت اقدسؑ کے سلسلہ کو ترقی حاصل ہوئی اور آپ کی پیدا کردہ آپ کے متبعین کی فعّال دینی جماعت "جماعت احمدیہ" ہر لحاظ سے مضبوط ہو گئی اور اسی وجہ سے آریہ سماج والے اس سے خائف و ہراساں ہوئے۔ وہاں ــ لیکھرام کی "آریہ سماج" کو بربادی و تنزل نصیب ہوا۔ اس کے ثبوت کے طور پر خود آریہ سماجیوں ہی کا تحریر کردہ مندرجہ ذیل اقتباس پیش کر دینا کافی ہے۔ اسی سے قارئین حق و باطل کی ترقی و تنزل کا موازنہ کر سکتے ہیں۔ آریہ سماج کے بارہ میں شری ویریندرجی ایڈیٹر اخبار پرتاپ۔ جالندھر کا لکھا ہوا ایک نوٹ مورخہ ۰ رفروری ۱۹۶۰ء کے پرتاپ میں شائع ہوا ہے وہ تحریر کرتے ہیں:۔

"آریہ سماج بڑھ رہا ہے لیکن کدھر! تباہی اور بربادی کی طرف .... پنجاب میں آریہ سماج کی سرگرمیوں کا اگر جائزہ لیا جائے تو کوئی بھی بے لاگ شخص یہ کہے بغیر نہ رہ سکے گا کہ جہاں تک اس صوبہ کا تعلق ہے۔ آریہ سماج ایک بے جان جماعت بن گیا ہے۔ کوئی وقت تھا کہ پنجاب میں اس کا طوطی بولتا تھا۔ کوئی تحریک پنجاب میں ایسی نہ چل سکتی تھی جس پر آریہ سماج اثر انداز نہ ہوتا تھا۔ اسے ایک زبردست طاقت سمجھا جاتا تھا۔ دوسرے صوبہ کی آریہ سماجیں بھی رہنمائی کے لئے پنجاب کی طرف دیکھا کرتی تھیں اور سمجھا یہ جاتا تھا کہ اس دیش میں آریہ سماج کا اگر کوئی مرکز ہے تو پنجاب ــ لیکن آج حالت کیا ہے؟ یہ ایک بے جان لاش بن گیا ہے ..... آج حالت یہ ہے کہ شملہ، بٹالہ، موگہ میں آریہ سماج کے جھگڑے عدالتوں تک جا پہنچے ہیں .... لوگوں کی اب ان سماجوں کے جلسوں میں وہ دلچسپی ختم ہوتی جا رہی ہے۔ جتنا دان لوگ پہلے آریہ سماج کے لئے دیا کرتے تھے اب نہیں دیتے دیں بھی کیوں؛ جبکہ وہ دیکھ رہے ہیں کہ آریہ سماج کی کیا حالت ہو رہی ہے؟ ..... آریہ سماج کی کچھ پرانی روایات ہیں آج انہیں مٹی میں ملایا جا رہا ہے ..... آج رشی دیانند کی آتما ان تمام واقعات کو دیکھ کر تڑپ رہی ہوگی اور سوچ رہی ہوگی کہ کیا انہوں نے آریہ سماج اسی لئے قائم کیا تھا کہ اس کا آخر میں یہی حشر ہو جو اب ہو رہا ہے۔ آریہ سماج ایک نہایت ہی

شاندار سمجھا رہی ہے لیکن جو حشر آج اس کا ہو رہا ہے اسے دیکھ کر دل بیٹھ جاتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ دن دور نہیں جب اس کا کہیں نام و نشان تک نظر نہ آئے گا۔۔۔ کاش کہ پنجاب کے آریہ سماجی آج بھی آنکھیں کھولیں اور دیکھیں کہ لیکھرام اور شردھانند کی آریہ سماج کا کیا انجام ہو رہا ہے۔۔" (اخبار پرتاپ "جالندھر (پنجاب)، مورخہ ۷ فروری ۱۹۶۵ء بحوالہ ہفت روزہ "بدر" قادیان مجریہ ۱۸ فروری ۱۹۶۵ء)

اس اقتباس کا ایک ایک لفظ حسرت و یاس کا مرقع اور اس بات کا گویا مونہہ بولتا گواہ ہے کہ وہ آریہ سماج جو مسلمانوں کو مرتد اور شدھ کرنے کی سعیٔ پلید میں کوشاں تھی آج وہ اپنی موت کی سسکیاں لے رہی ہے۔ اور بقول ایڈیٹر پرتاپ جالندھر "اور وہ دن دُور نہیں جب اس کا کہیں نام و نشان تک نظر نہ آئے گا" کاش دیدۂ عبرت رکھنے والے دیکھیں کہ "لیکھرام اور شردھانند کی آریہ سماج کا کیا انجام ہو رہا ہے"۔

اسلام اور بانیٔ اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید نیز حضرت امام الزمان مسیح موعود میرزا غلام احمد علیہ السلام کی شان کے خلاف مذکورہ آریہ سماجی لیڈر اپنی دریدہ دہنی، دشنام دہی، شوخی، گستاخی اور توہین آمیز کرتوتوں کی پاداش میں جس طرح اپنے اندوہناک انجام اور عبرتناک موت کو پہنچے تھے ویسے ہی ان کی جماعت اپنے بد انجام کو پہنچ کر مٹ رہی ہے اور اس کی حالت گویا یہ بن گئی ہے کہ ؎ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

الغرض اسلام و احمدیت کی صداقت میں یہ عظیم الشان نشان ہر جہت سے پورا ہوا۔ اور پنڈت لیکھرام خدائی عذاب میں گرفتار ہو کر خود بھی خائب و خاسر اور نابود ہو گیا۔ اور اس کی ذرّیت بھی صفحۂ ہستی سے ناپید ہوئی اور اس کی جماعت آریہ سماج بھی تنزل و بربادی کے عمیق گڑھے میں معدوم ہوتی جا رہی ہے

پنڈت لیکھرام اور اس کی آریہ سماج اپنے مذکورہ بالا انجام کو پہنچی۔ جب کہ حضرت میرزا غلام احمد قادیانی خدا کے مسیح و مہدی علیہ السلام کا نام روشن اور آپ کا کام جاری اور آپ کی جماعت روز افزوں ترقی کی راہ پر گامزن ہے اور آپ کا سلسلہ ایک تناور درخت کی طرح ہو گیا ہے جس کی شاخیں چاروں اطرافِ عالم میں پھیل گئیں اور اس وقت دنیا کی قومیں اس کے سایہ میں آ کر سکون و آرام پا رہی ہیں اور قرآن مجید، بانیٔ اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی برکات سے حصہ پا رہی ہیں۔

اللّٰھم زد فزد و بارک وسلم ؎

کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلائے
یہ ثمر باغِ محمد سے ہی کھایا ہم نے

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

مصطفیٰ پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا بار خدایا ہم نے

(کلام مسیح موعودؑ)

حضرت مصلح موعودؓ کے کارنامے

(بلحاظ افاضۂ علوم روحانی)

(مکرم مولوی عبدالمالک خان صاحب کراچی)

علومِ روحانی کی تسلیم کے لحاظ سے اوّلین مقام انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہے۔ اِس مقصد عظیم کے پیشِ نظر ان کی بعثت ظہور میں آتی رہی اور اسی کے مظہر اتم ہمارے سید و مولا حضرت امام الاصفیاء والاتقیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم تھے۔ خدا تعالےٰ نے آپؐ کی بعثت کے اس مقصد کو سورۂ جمعہ کی ابتدائی آیات میں بیان فرمایا ہے:۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝ وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ (سورہ جمعہ آیت ۳-۴)

اِس آیۂ کریمہ میں بتایا گیا ہے کہ انسانیت کو مادیت سے اٹھا کر روحانیت کے بلند تر مقام پر فائز کرنے کے لئے جن چار امور کا ہونا ضروری ہے۔ ان میں سے ایک تلاوت آیات بھی ہے اور آیات سے مراد وہ خارق عادت نشانات اور دلائل ہیں جو اللہ تعالےٰ کی ہستی، اور اس کی صفات، اللہ تعالےٰ کے ملائکہ، اللہ تعالےٰ کے کلام، اللہ تعالےٰ کے انبیاء، اللہ تعالےٰ کی قضا و قدر، اور اللہ تعالےٰ کی جزا و سزا سے تعلق رکھتے ہیں

دوسرا امر جو اس آیت میں بتایا گیا ہے وہ لوگوں کا تزکیہ ہے اور اس سے مراد ان ضروری اسباب کا بہم پہنچانا ہے۔ جن سے قلوب انسانی میں یہ کیفیت پیدا ہو جائے۔ کہ خدا تعالےٰ کی ذات ان پر مستولی ہو جائے۔

تیسرا امر جو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے وہ تعلیم کتاب ہے اس سے مراد احکام الٰہی اور شعور انسانی میں باہم پیوستگی پیدا کرنا ہے۔

چوتھا امر اس آیت میں تعلیم حکمت بیان کیا گیا ہے اور اس سے مراد احکام الٰہی کے متعلق وہ فلسفہ بتانا ہے جن سے طبائع میں ان کی طرف شوق اور رغبت پیدا ہو۔

یہ تمام امور حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے ایسے رنگ میں ظہور میں آئے کہ ان پر زیادت کا تصور ہی نہیں ہو سکتا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

صادفتهم قوماً كروثٍ ذلةً

وجعلتهم كسبيكة العقيان

یعنی اے پیارے رسول! آپ نے قوم کو گوبر کی طرح ذلیل پایا اور ان کو سونے کی ڈلی بنا دیا

لیکن تیرھویں صدی کے آخر تک اسلام کی یہ حالت ہوگئی کہ مخالفین اسلام اسلامی عقائد کی ان تشریحات کی بناء پر جو مسلمانوں میں رواج پاگئی تھیں۔ نیز علوم جدیدہ کی بناء پر ایسے اعتراضات کر رہے تھے کہ شکوک و شبہات کی تاریکی چھاتی چلی جا رہی تھی اور دنیا ان کی افادیت سے محروم ہوتی چلی جا رہی تھی۔ اس تاریکی کے زمانہ میں اس پیشگوئی کا ظہور ہوا جو سورۂ جمعہ کی ان آیات کے نزول کے وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی تھی اور جو یہ تھی

لو كان الايمان معلقا بالثريا لناله رجل من هؤلاء او رجال

یعنی جب وہ زمانہ آئے گا کہ ایمان دنیا سے اٹھ جائے گا۔ تب ایک شخص بنو فارس سے جس کے ساتھ اور بھی ابناء فارس بطور مدد گار ہوں گے ایمان کو واپس لائے گا۔ سو اس پیشگوئی کے مطابق اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا آپ چونکہ بروز محمد صلے اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ نے منصب نبوت پر فائز ہو کر تمام غلطیوں سے پاک کر کے سورہ جمعہ میں بیان کردہ چار کاموں کو پیش کیا۔ دوبارہ ایمان کو دلوں میں جاگزیں فرمایا اور اپنے بعد ایک عظیم وجود یعنی مصلح موعود کے ظہور کی خبر دی اور بتایا کہ وہ بحیثیت خلیفۃ المسیح الثانی یہی چاروں کام سرانجام دے گا جو ان آیات میں مذکور ہیں۔ چنانچہ اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں مصلح موعود کا نام فضل عمر بتایا گیا۔ یعنی وہ حضرت عمر کی طرح مسیح موعود کا دوسرا خلیفہ ہوگا الہامی الفاظ مظهر الاول والآخر مظهر الحق والعلاء كان الله نزل من السماء میں اس کے کام تلاوت آیات کی طرف اشارہ ہے پیشگوئی کی یہ غرض بتائی گئی کہ "جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے ...... ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو" دوسرا کام یعنی تزکیہ نفس کی بابت پیشگوئی میں کہا گیا۔ "روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف

کرے گا" یُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ کے متعلق یہ خبر دی گئی کہ "وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا" اور اس کی مجموعی غرض یہ ہے کہ "کلام اللہ کا مرتبہ ظاہر ہو"

چنانچہ ہمارے پیارے امام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جن کو خدا تعالیٰ نے بتایا کہ آپ ہی مصلح موعود ہیں۔ اور واقعات خارجیہ نے جن کے مصلح موعود ہونے کی شہادت دی۔ یہ تمام کام بأحسن وجوہ سرانجام دیئے ہیں اس وقت نہایت اختصار کے ساتھ آپ کے کارناموں میں سے چند وہ کارنامے پیش کرتا ہوں جو علوم روحانیت کی افادیت سے تعلق رکھتے ہیں۔

منصب خلافت پر فائز ہو کر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علوم روحانی کی افادیت سے متعلق جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جب ہم ان پر نگاہ ڈالتے ہیں تو پہلی بات ہمیں یہ نظر آتی ہے کہ آپ نے آیت کریمہ یَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ کے ماتحت اللہ تعالیٰ کی ہستی، اللہ تعالیٰ کی صفات، اللہ تعالیٰ کے فرشتوں، اللہ تعالیٰ کی کتب، اللہ تعالیٰ کے رسول، اللہ تعالیٰ کی جزا و سزا، اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدر نیز دعا، عبادات وغیرہ جس قدر مسائل ہیں اور جو روحانیت کا مدار ہیں۔ آپ نے ان میں سے ہر ایک مسئلہ کی بابت خواہ وہ ایمانیات سے تعلق رکھتا ہو یا اعمال صالحہ سے نہایت مبسوط اور مفصل لیکچر بیان فرمائے جو آج ہر عنوان کے تحت علیحدہ علیحدہ کتابی شکل میں شائع ہو چکے ہیں۔ مثلاً ہستی باری تعالیٰ، تعلق باللہ، عرفان الٰہی، ذکر الٰہی، ملائکۃ اللہ، فضائل قرآن، دنیا کا محسن، تقدیر الٰہی، نجات، قبولیت دعا کے طریق، منہاج الطالبین، اعمال صالحہ وغیرہ۔ آپ نے ان تقاریر میں ہر مسئلہ کے متعلق اس رنگ میں دلائل بیان فرمائے ہیں کہ اہل علم اور عام انسان دونوں یکساں فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ پھر جس قدر ان علوم کی بابت علوم جدیدہ کے ماتحت مخالفین اسلام بالخصوص یورپ کے فلاسفروں اور مستشرقین کی جانب سے اعتراضات کئے جاتے ہیں۔ ان کو آپ نے پورے وزن کے ساتھ بیان فرمایا اور نہایت تسلی بخش جوابات دیئے۔ اور ان پر حجت قائم کر کے ملزم و لاجواب کر دیا۔ ایک اور خاص بات جو ہمیں مصلح موعود کے بیان کردہ علوم روحانی میں نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے ہر مسئلہ کے بارہ میں جو دلائل بیان فرمائے وہ سب قرآن مجید سے پیش کئے اور مخالفین کو جو جوابات دیئے وہ کلام الٰہی سے بیان فرمائے۔

ہم پورے وثوق سے یہ اعلان کرتے ہیں کہ آج مسائل روحانی کی بابت جو شخص بھی تفصیلی اور قطعی علم حاصل کرنا چاہے گا وہ مجبور ہے کہ آپ کے ان لیکچروں سے استفادہ کرے۔ بجز حضور کے لیکچروں اور کتب کے مطالعہ کے وہ کہیں سے یہ روشنی حاصل نہیں کر سکتا۔ اگر کسی کو ہمارے اس بیان میں شک ہو۔ تو یہ بار ثبوت اس شخص کے ذمہ ہے کہ وہ آج روئے زمین پر اس انسان اور اس کی کتب کا پتہ بتائے جس نے ان تمام

مسائل پر مفصل بحث کی ہو۔ قرآن کریم سے دلائل پیش کئے ہوں، واقعات سے ثبوت بہم پہنچایا ہو اور علوم جدیدہ والوں کی طرف سے پیش کردہ اعتراضات کا رَدّ کیا ہو اور پھر اپنی ذات میں آسمانی نشان دکھلا کر مخالفین اسلام کو ملزم و لاجواب کر دیا ہو۔

ان مسائل روحانیہ کی بابت جو علم اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا وہ صرف ان تقاریر پر ہی موقوف نہیں بلکہ لاتعداد خطبات، تصانیف، مجالس عرفان اور مبسوط تفاسیر قرآن پر پھیلا ہوا ہے۔ علوم روحانی کا اس قدر ذخیرہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ جمع کرا دیا ہے کہ نہ صرف اس زمانہ کے لوگ ان سے فائدہ اٹھا رہے ہیں بلکہ قومیں تاحشر ان سے مستفیض رہیں گی۔ خود حضرت اقدسؓ نے فرمایا:

"عہدۂ خلافت کو سنبھالنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھ پر قرآنی علوم اتنی کثرت کے ساتھ کھولے کہ اب قیامت تک امت مسلمہ اس بات پر مجبور ہے کہ میری کتابوں کو پڑھے اور ان سے فائدہ اٹھائے۔ وہ کونسا اسلامی مسئلہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ اپنی تمام تفاصیل کے ساتھ نہیں کھولا۔ مسئلہ نبوت، مسئلہ کفر، مسئلہ خلافت، مسئلہ تقدیر، قرآنی ضروری امور کا انکشاف، اسلامی اقتصادیات، اسلامی سیاسیات اور اسلامی معاشرت وغیرہ پر تیرہ سو سال سے کوئی وسیع مضمون موجود نہیں تھا۔ مجھے خدا نے اس خدمت دین کی توفیق دی اور اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ سے ہی ان مضامین کے متعلق قرآن کے معارف کھولے جن کو آج دوست دشمن سب نقل کر رہے ہیں۔ مجھے کوئی لاکھ گالیاں دے، مجھے لاکھ بُرا بھلا کہے، جو شخص اسلام کی تعلیم کو دنیا میں پھیلانے لگے گا اسے میرا خوشہ چین ہونا پڑے گا اور وہ میرے احسان سے کبھی باہر نہ جا سکے گا چاہے پیغامی ہوں یا مصری۔ ان کی اولادیں جب بھی دین کی خدمت کا ارادہ کریں گی۔ وہ اس بات پر مجبور ہوں گی کہ میری کتابوں کو پڑھیں اور ان سے فائدہ اٹھاویں بلکہ میں بغیر فخر کے کہہ سکتا ہوں کہ اس بات میں سب خلفاءؓ سے زیادہ مواد میرے ذریعہ سے جمع ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ پس مجھے یہ لوگ خواہ کچھ کہیں خواہ کتنی بھی گالیاں دیں ان کے دامن میں اگر قرآن کے علوم پڑیں گے تو میرے ذریعہ ہی اور دنیا ان کو یہ کہنے پر مجبور ہوگی کہ اے نادانو تمہاری جھولی میں تو جو کچھ بھرا ہوا ہے وہ تم نے اس سے لیا ہے۔ پھر اس کی مخالفت تم کس منہ سے کر رہے ہو۔"

(خلافت راشدہ صفحہ ۲۵۵)

میں بطور نمونہ دو باتیں ان علوم روحانی میں سے پیش کرتا ہوں۔ جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعودؓ کے

ذریعہ ظاہر فرمائے۔ پہلی بات ذات باری کے سلسلہ میں ہے جو روحانیت کا مرکز ہے اور وہ یہ کہ بندہ خدا تعالیٰ سے کس طرح مل سکتا ہے؟ اس سوال کے جواب میں حضرت مصلح موعودؓ نے سورۂ فاتحہ کی تفسیر میں لقاء الٰہی کا حسب ذیل طریق بیان فرمایا ہے۔ حضور فرماتے ہیں:

"ان چاروں صفات میں اور جس ترتیب سے وہ بیان ہوئی ہیں۔ سلوک کا ایک اعلیٰ نکتہ بیان کیا گیا ہے جب ہم اس امر کو دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کا مقام اعلیٰ ہے اور بندہ کا ادنیٰ تو یہ امر ہمارے لئے واضح ہو جاتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ بندہ کی طرف متوجہ ہو گا۔ تو اوپر سے نیچے کی طرف آئے گا۔ لیکن جب بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرے گا۔ تو نیچے سے اوپر کی طرف جائے گا۔ اس نکتہ کو سمجھ لینے کے بعد ان صفات کو دیکھ کر جو سورۂ فاتحہ میں بیان ہوئی ہیں۔ ہم سمجھ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی طرف رب العالمین، رحمٰن، رحیم مالک یوم الدین کی صفات سے بدرجہ اتم تنزل کرتا ہے۔ یعنی جب وہ اپنے بندہ پر ظاہر ہونے لگتا ہے تو پہلے رب العالمین کی صفت کا ظہور ہوتا ہے۔ یعنی وہ ایسے ماحول تیار کرتا ہے۔ جس میں اس کے منظور اور محبوب بندہ کی صحیح نشو و نما ہو سکے۔ پھر وہ ان سامانوں سے فائدہ اٹھاتا ہے جو اس کے اعلیٰ سے اعلیٰ نتائج پیدا کرتا ہے۔ اور انعامات کے ایک لمبے سلسلہ کے بعد بندہ کی جدوجہد کا آخری نتیجہ نکالتا ہے۔ یعنی اسے دنیا پر غالب کر دیتا ہے۔ اور اپنی مالکیت کی صفت اس کے لئے ظاہر کر کے اسے دنیا پر غلبہ دیتا ہے۔

اس کے برخلاف جب بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرتا ہے تو پہلے مالک کی صفت پر پہونچے گا پھر رحیمیت پھر رحمانیت پھر ربوبیت کی صفت پر اور پھر خدا کو دیکھ لے گا۔"

حضرت مصلح موعودؓ نے اس سوال کے جواب میں کہ بندہ کس طرح ان صفات کو اختیار کرے؟ فرمایا۔

"یاد رکھنا چاہیئے کہ بندہ سب سے پہلے مالک یوم الدین کی صفت کو حاصل کر سکتا ہے۔ مالک یوم الدین کے معنے ہیں جزا و سزا کا فیصلہ کرنا اور جج بننا۔ اس کے لئے یہ دیکھنا چاہیئے کہ بندہ کے اندر جج بننے کی قابلیت ہے یا نہیں۔ سو ہم جب انسان کی قوتوں پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر بندہ مالک یوم الدین ہے۔ اور وہ اس طرح کہ ہر انسان جب کسی کو کوئی کام کرتے دیکھتا ہے۔ تو معاً اس کے متعلق ایک رائے لگا لیتا ہے۔ خواہ کوئی چھوٹا بچہ ہو یا بڑا عمر انسان۔ زمیندار ہو یا تعلیم یافتہ جب بھی کسی کو کوئی کام کرتے دیکھتا ہے تو اس پر رائے لگا لیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے ہر ایک انسان میں جج

بننے کی قابلیت رکھی ہے۔ خواہ کوئی ادنیٰ ہو یا اعلیٰ۔ پڑھا لکھا ہو یا اَن پڑھ۔ اس کے اندر قابلیت ہوتی ہے اور وہ جج کرتا ہے ..... پس ہر انسان جج ہے۔ مگر یہ انسانی حالت مخفی ہوتی ہے کسی کو پتہ نہیں ہوتا کہ دوسرا شخص اس پر جج بن رہا ہے ..... یہ مالکیت ایسی ہے کہ اسے کوئی بادشاہ بھی نہیں چھین سکتا۔ اور اس کا نام حریت ضمیر ہے۔ بادشاہ مال چھین سکتے ہیں جائدادیں چھین سکتے ہیں ..... اس ججی کی صفت کو نہیں چھین سکتے ..... یہ صفت درحقیقت خدا تعالےٰ کا ایسا جلوہ ہے جو انسان میں پایا جاتا ہے ..... چونکہ لقاء الٰہی خدا تعالےٰ کی مشابہت سے حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے سیر فی اللہ کے لئے ضروری ہوگا کہ سب سے پہلے انسان اس ججی کی مخفی طاقت کو اسی طرح استعمال کرے جس طرح کہ خدا تعالےٰ اپنی صفت مالکیت کو استعمال کرتا ہے۔"

خدا تعالےٰ کی صفت مالک یوم الدین کس طرح عمل کرتی ہے؟ اس کی بابت فرمایا:-

"قرآن کریم پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالےٰ اپنی صفت مالک یوم الدین کو مندرجہ ذیل اصول کے مطابق استعمال فرماتا ہے۔

اوّل۔ اصل اس صفت کے اجراء کے متعلق یہ ہے کہ خدا تعالےٰ ہر چیز کے تمام پہلوؤں کو جان کر فیصلہ کرتا ہے بے جانے کوئی فیصلہ نہیں کرتا۔ اب جو شخص خدا تعالےٰ کی اس صفت کو جلوہ گر دیکھنا چاہے اسے چاہیئے کہ غور کرے کیا وہ بھی اسی طرح کرتا ہے۔ یا وہ جوں ہی سنتا ہے کہ فلاں شخص نے چوری کی ہے تو کہہ دیتا ہے کہ تب تو وہ بہت بُرا ہے۔ لیکن خدا تعالےٰ اس طرح نہیں کرتا۔ اس لئے خدا کی قضا اور بندہ کی قضا میں بہت بڑا فرق ہے۔ وہ سارے حالات معلوم کر کے فیصلہ کرتا ہے اور انسان یونہی فیصلہ کرنے بیٹھ جاتا ہے ..... پس اپنے نفس میں سوچو کہ وہ قضا جو اللہ تعالےٰ نے تمہارے سپرد کی ہے۔ اس کو تم کس طرح استعمال کرتے ہو۔ اگر خدا تعالےٰ جس طرح اپنے جج ہونے کی صفت کو استعمال کرتا ہے۔ اسی طرح نہیں کرتے۔ تو اس کی طرف ایک قدم نہیں بڑھا سکتے۔ اگر اس کی طرف قدم بڑھانا چاہتے ہو تو چاہیئے کہ اپنے دماغ کے گوشوں میں کبھی کسی کی نسبت بغیر تحقیق و تدقیق کوئی خیال نہ آنے دو۔ جب تک پہلے کامل تحقیق نہ کرلو۔

دوسری اور تیسری خصوصیت خدا تعالےٰ کے فیصلہ میں یہ پائی جاتی ہے کہ جس کام کا جرم ہوتا ہے اور جس کے متعلق فیصلہ کرنا ہوتا ہے اسے دوسروں کے جرموں کی وجہ سے

نہیں پکڑتا اور نہ دوسروں کو اس کی بجائے پکڑتا ہے۔ پس اس شخص کو جو خدا تعالیٰ کی صفت مالکیت کو اپنے اندر جلوہ گر کرنا چاہتا ہے سوچنا چاہیئے کہ کیا وہ بھی اسی طرح کرتا ہے، کیا وہ اس طرح تو نہیں کرتا کہ جب اسے کسی شخص سے نفرت پیدا ہوتی ہے تو اس کے بھائی سے بھی نفرت کرنے لگ جاتا ہے۔ اسے یاد رکھنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ جس کا قصور ہو اسی کو سزا دیتا ہے۔ پس صفت مالکیت میں خدا تعالیٰ کی مشابہت پیدا کرنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ جس کی نسبت کوئی فیصلہ کرنا ہو اپنے فیصلہ کو اسی کی نسبت محدود رکھو نہ کہ اس کی وجہ سے اس کے رشتہ داروں اور دوستوں کو بھی برا سمجھو اور نہ یہ کرو کہ دوسروں کے جرم کی وجہ سے اسے پکڑ لو۔

چوتھی خصوصیت خدا تعالیٰ کی قضا میں یہ ہے کہ وہ جس قدر جرم کسی کا ہو اتنی ہی سزا دیتا ہے مالک کو چاہیئے کہ وہ بھی ایسا ہی کرے۔ یہ نہ ہو کہ مثلاً اسے کسی نے گالی دی اور وہ اس کے بدلہ میں یہ خواہش کرے کہ اگر اس کا بس چلے تو اسے مار دوں بلکہ خدا تعالیٰ کی طرح اسے سزا دینی ہی پڑے یا اڑائی قائم کرنی ہو تو جرم کے مطابق ہی سزا دے یا اڑائی قائم کرے۔

پانچویں بات خدا تعالیٰ یہ کرتا ہے کہ جب فیصلہ کرتا ہے تو میزان رکھتا ہے یعنی یہ دیکھتا ہے کہ جرم تو کیا مگر کس حالت میں؟ ایک شخص نے چوری سے کسی کی روٹی کھالی۔ یہ جرم ہے مگر خدا تعالیٰ اس جرم کا فیصلہ کرتے وقت یہ بھی دیکھتا ہے کہ اس نے کس حالت میں وہ روٹی کھائی۔ گویا دوسرے کے مال پر تصرف کرنے کے لئے یا یہ کہ وہ بھوک سے مجبور تھا اور کوئی ذریعہ پیٹ بھرنے کا اسے معلوم نہ تھا پس جو مالک ہو اسے بھی چاہیئے کہ اسی طرح کرے۔ یہ نہ دیکھے کہ کس نے جرم کیا ہے بلکہ اس کے حالات اور مجبوریوں کو بھی دیکھے اور اندھا دھند فیصلہ نہ کرے۔

چھٹی بات خدا تعالیٰ یہ کرتا ہے کہ کسی کے خلاف کسی کی سفارش نہیں سنتا۔ تمہارے لئے بھی ضروری ہے کہ کسی کے کہنے پر کسی کے متعلق فیصلہ نہ کرو تمہیں خود خدا نے جج بنایا ہے تم کسی کی کیوں سنو۔

ساتویں بات یہ ہے کہ مذکورہ بالا امور کو مدنظر رکھ کر فیصلہ کرنے کے باوجود خدا تعالیٰ جب فیصلہ کرتا ہے تو اس میں رحم کا پہلو غالب رہتا ہے۔ ذرا گنجائش نکل آئی جھٹ معاف

کر دیا تمہیں بھی کسی کی برائی معلوم ہو جاوے اور معمولی ہو تو برائی کا فیصلہ ہی نہ کرو بلکہ اس کی نیکیوں کو دیکھ کر حتی الوسع اس کی طرف نیکی کو منسوب کرو۔

یہ سات باتیں ہیں جن کا خیال خدا تعالیٰ صفت مالکیت کے اظہار کے وقت رکھتا ہے اگر بندہ بھی اس کو مدِ نظر رکھے تو آہستہ آہستہ اس کے اندر صفت مالک یوم الدین قائم ہو جائے گی اور اسے خدا تعالیٰ سے ایک مشابہت حاصل ہو جائے گی۔

اگر لوگ مالک یوم الدین کی صفت اپنے اندر پیدا کرلیں تو پھر سارے جھگڑے ختم ہو سکتے ہیں۔ لوگوں میں لڑائی اسی لئے ہوتی ہے کہ وہ جج کی طاقتوں کو غلط طور پر استعمال کرتے ہیں۔۔۔۔ صفت مالکیت بیچ کی طرح ہے۔ اس سے اوپر صفت رحیمیت کا درجہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کام سے بڑھ کر بدلہ دینا۔ پہلے وہ سات باتیں اپنے اندر پیدا کرنی چاہئیں جو اوپر بیان کی گئی ہیں۔۔۔۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ خدا اس کے گناہ مٹاتا جائے گا۔ اور اگر کوئی غلطی ہوگی تو اسے نظرانداز کر دے گا۔

اس کے بعد رحیمیت کی مشابہت میں یہ عادت پیدا کرنی چاہیئے کہ ہر کام کرنے والے کو اس کے حق سے زیادہ دیا جائے۔ مثلاً ایک شخص کسی کا نوکر ہو وہ یہ فیصلہ کرے کہ میرا مالک جو تنخواہ مجھے دیتا ہے۔ اور اس کے بدلے جتنے کام کی امید مجھ سے رکھتا ہے اس سے زیادہ کام میں کروں گا۔ اور مالک یہ فیصلہ کرے کہ اس کام کی جتنی تنخواہ مقرر ہوئی ہے میں اس سے زیادہ سلوک ملازم سے کروں گا۔۔۔۔ پس تم میں سے ہر شخص اس صفت کو استعمال کر سکتا ہے۔ اگر امیر ہے تو بدلہ دینے میں زیادہ دے سکتا ہے۔ اور اگر نوکر ہے تو کام کرنے میں زیادتی کر سکتا ہے۔ مگر بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو نہ کسی کے نوکر ہو سکتے ہیں اور نہ ان کے کوئی نوکر ہو سکتے ہیں جیسے نابینا وغیرہ۔ ان کی بھی رحیمیت ہے اور وہ یہ کہ جو اچھے کام کرنے والے لوگ ہیں ان کی لوگوں میں قدر بڑھائیں۔ اور اس طرح کام کرنے والوں کا دل بڑھتا ہے اور وہ زیادہ اچھا کام کر سکتے ہیں۔

جب خدا تعالیٰ کی صفت انسان کی صفت رحیمیت سے ملتی ہے تو اس میں اور نئی زندگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور وہ پھر ایک روحانی جنم لیتا ہے اور رحمانیت کے مقام تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ رحمانیت کے معنے یہ ہیں کہ کسی نے کچھ کام نہ بھی کیا ہو تو بھی اس سے نیک سلوک کرنا جیسے خدا تعالیٰ نے سورج۔ چاند۔ زمین۔ آسمان۔ ہوا۔ پانی پیدا

گئے ہیں۔ یہ انسان کے عمل کا نتیجہ نہیں ہیں۔ بلکہ اگر یہ نہ ہوتے تو انسان زندہ ہی نہیں رہ سکتا تھا بندہ کا تیسرا مقام اس صفت کا حصول ہے اور وہ اس طرح کہ یہ پہلے تو صرف ان لوگوں سے حسن سلوک کرتا تھا جو اس کا کام کرتے تھے اب یہ کوشش کرتا ہے کہ جن سے اس کو کوئی بھی فائدہ نہیں۔ ان سے بھی نیک سلوک کرے۔ اس صفت کا حصول بھی امیر غریب سب کے لئے ممکن ہے۔ قادیان میں ایک مخلص نابینا تھے۔ حافظ معین الدین ان کا نام تھا۔ انہیں اتنا توکل حاصل تھا کہ کسی کو کم ہوگا۔ غریب آدمی تھے لنگرخانہ کی روٹی پر ان کا گزارہ تھا.... وہ باوجود نابینا ہونے کے ادھر ادھر پتہ لگاتے رہتے تھے کہ کسی کے گھر فاقہ تو نہیں یا اور کوئی تکلیف تو نہیں۔ اگر کوئی تکلیف ذرا انہیں معلوم ہوتی تو اپنی روٹی اسے دے آتے۔ یا اگر ان کے پاس پیسے ہوتے تو وہ دے آتے۔

صفتِ رحمانیت کو حاصل کرنے پر جب بندہ پر خدا تعالےٰ کی صفت رحمانیت جلوہ کرتی ہے تو اس میں بھی ایک نیا جوش پیدا ہوتا ہے اس لئے وہ چاہتا ہے کہ اور اوپر چڑھے.... وہ کہتا ہے کہ میں رب العالمین کی صفت کا بھی جلوہ گر بنوں۔ رب کا کام میں بتا چکا ہوں ماں باپ کے کام کے مشابہ ہوتا ہے۔ ماں باپ یہ نہیں کرتے کہ دودھ گھر میں رکھ دیں کہ بچہ آپ ہی تلاش کر کے پی لے گا بلکہ وہ یہ کرتے ہیں کہ بچہ کو خود تعہد سے دودھ پلاتے ہیں اور اگر وہ نہ پیئے تو جبراً پلاتے ہیں۔ اسی طرح جب بندہ اس مقام پر آتا ہے۔ تو لوگوں کے پیچھے پڑ پڑ کر انہیں ہدایت منواتا ہے اور اس پر کفایت نہیں کرتا کہ وہ صرف وعظ کر دے غرض اس صفت کو اپنے اندر پیدا کرنے کے یہ معنی ہیں کہ انسان اپنے آپ کو دنیا کا باپ یا ماں فرض کرے۔ اور لوگوں کے فائدے کا خود خیال رکھے۔" (باقی)

مجالس انصار اللہ کے تربیتی اجتماعات

مجالس انصار اللہ مرکزیہ کے سالانہ پروگرام میں ضلعی وعلاقائی سطح پر تربیتی اجتماعات کا انعقاد بھی شامل ہے۔ گزشتہ سال خدا تعالےٰ کے فضل سے ناظمین اعلیٰ و ناظمین اضلاع اصحاب کے تعاون سے مشرقی اور مغربی پاکستان میں متعدد مقامات پر تربیتی اجتماعات منعقد ہوئے اور اراکین انصار اللہ میں خدا تعالےٰ کے فضل سے ایک خاص بیداری پائی گئی۔ امسال ہمیں اس طرف اور زیادہ توجہ اور کوشش سے زیادہ سے زیادہ مقامات پر اجتماعات منعقد کرنے چاہئیں تاکہ جہاں احمدی دوستوں کے لئے تربیت نفس کا موقعہ پیدا ہو وہاں تبلیغ ہدایت کے لئے بھی راستہ صاف ہو چنانچہ اس اعلان کے ذریعہ جملہ ناظمین اعلیٰ / ناظمین اضلاع اصحاب کی خدمت میں درخواست کی جاتی ہے کہ وہ اپنی مجلس عاملہ کے مشورہ سے اجتماع کے لئے تاریخیں تجویز کر کے حضرت صدر محترم سے منظوری حاصل کر لیں اور اجتماعات کا اہتمام فرما دیں۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

قائد عمومی مجلس انصار اللہ

انصار اللہ کا مالی سال

مجلس انصار اللہ کا مالی سال ۳۱ دسمبر مطابق ۳۱ فتح ۱۳۴۴ ہش ختم ہو چکا ہے اور نیا مالی سال شروع ہوئے دو ماہ گزر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ یہ سال اراکین کے لئے بابرکت بنائے اور انہیں بیش از بیش خدمات کی توفیق دے۔ جہاں یہ بات خوشکن ہے کہ ختم ہونے والے سال میں احباب نے چندہ مجلس میں منظور شدہ بجٹ سے بھی زائد رقوم بھجوائیں۔ وہاں یہ بات باعث تشویش ہے کہ ماہ صلح اور ماہ تبلیغ کی اس سال کی وصولی تسلی بخش نہیں۔ ترقی کرنے والی قوموں کا ہر قدم آگے کی طرف اٹھتا ہے۔ وہ سستانے کے لئے ٹھہرا نہیں کرتیں۔ میں جملہ انصار سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس ماہ پچھلی کمی کو ضرور پورا کر دیں۔ بلکہ مجلس مشاورت سے پہلے پہلے اس کمی کو پورا کر کے عند اللہ ماجور ہوں۔ جزاکم اللہ خیراً

(قائد مال انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

انصار اللہ کو ایک یاد دہانی

مجلس کے جملہ عہدہ داران مال اپنی اپنی مجلس اور حلقہ میں اس بات کا جائزہ لیں کہ ان کے تمام اراکین بروقت چندوں کی ادائیگی کر رہے ہیں اور کہ ماہ صلح اور تبلیغ کا چندہ آپ نے تمام اراکین سے وصول کر کے مرکز میں بھجوا دیا ہے۔ اگر پہلے سستی ہوئی ہو تو اس کا اب ازالہ فرما دیجئے جزاکم اللہ

قائد مال انصار اللہ مرکزیہ

بقایا دار مجالس انصار اللہ

بعض مجالس انصار اللہ کے ذمہ ابھی تک سال گزشتہ کے بقائے چلے آ رہے ہیں۔ ایسی مجالس کے عہدہ داران سے درخواست ہے کہ وہ اپنے فرض کو ادا فرمائیں اور مؤثر طریق سے وصولی کر کے رقوم جلد مرکز میں بھجوا دیں۔ وصول شدہ رقوم کا روکنا بھی درست نہیں۔ جو رقوم وصول ہوں مرکز میں بھجواتے جائیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

(قائد مال انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

نتیجہ امتحان انصار اللہ سہ ماہی چہارم سنہ ۱۹۶۵ء

۵/۳ دسمبر ۱۹۶۵ء کو قیادت تعلیم مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے زیر اہتمام اراکین انصار اللہ سے قرآن کریم پارہ ششم نصف آخر اور سورہ جمعہ حفظ کا امتحان لیا گیا تھا جس میں کل ۱۱۲ انصار نے شرکت کی اس امتحان میں مکرم محمد ابراہیم صاحب شاد رکن مجلس چک چہور، ضلع شیخوپورہ اوّل اور مکرم صوفی عطا محمد صاحب رکن مجلس دارالرحمت غربی ربوہ دوم رہے۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔ دونوں اصحاب کو انشاء اللہ مرکزی سالانہ اجتماع کے موقع پر کتب کی صورت میں انعام دیا جائے گا۔ (قائد تعلیم مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	ڈویژن	نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	ڈویژن
۱	پشاور	مکرم عبدالکریم صاحب	اوّل	۲۵	کراچی	مکرم سردار محمد صاحب	اوّل
۲	〃	〃 مرزا عبدالمجید صاحب	〃	۲۶	مارٹی پور 〃	〃 محمد اشرف خان صاحب زعیم	〃
۳	〃	〃 خلیل الرحمٰن صاحب	〃	۲۷	مالیر 〃	〃 عبدالکریم صاحب	〃
۴	〃	〃 محمد الطاف صاحب	〃	۲۸	سولجر بازار 〃	〃 شیخ رحمت اللہ صاحب	〃
۵	〃	〃 خواجہ محمد شریف صاحب	〃	۲۹	کنری تھرپارکر	〃 فضل دین طارق صاحب	〃
۶	〃	〃 نیاز قطب صاحب	〃	۳۰	جھنگ صدر	〃 ایم علی محمد صاحب	〃
۷	منڈی بہاؤالدین	〃 چوہدری نذیر احمد صاحب	〃	۳۱	〃	〃 شریف احمد دھجی صاحب	〃
۸	ملتان چھاؤنی	〃 چوہدری نذیر احمد صاحب	〃	۳۲	گھیانہ	〃 سردار محمد صاحب	〃
۹	حویلیاں ہزارہ	〃 غلام حسین صاحب	دوم	۳۳	جھنگ صدر	〃 احمد الدین صاحب	〃
۱۰	〃	〃 صوبیدار مشتاق احمد صاحب	اوّل	۳۴	〃	〃 سراج الدین صاحب	〃
۱۱	〃	〃 محمد نصیب عارف صاحب	〃	۳۵	شیخوپورہ	〃 مکرم نور احمد صاحب	〃
۱۲	وحدت کالونی لاہور	〃 عبدالرشید راشد صاحب	〃	۳۶	آنبہ 〃	〃 حکیم عبدالرحمٰن صاحب	〃
۱۳	〃	〃 محمد اشرف صاحب	دوم	۳۷	〃	〃 محمد موسیٰ صاحب	دوم
۱۴	〃	〃 عبدالکریم صاحب رانا	اوّل	۳۸	کوئٹہ	〃 محمد فاضل صاحب	〃
۱۵	〃	〃 قدرت اللہ خان صاحب	دوم	۳۹	〃	〃 سیّد عبدالرشید صاحب	〃
۱۶	رتن باغ لاہور	〃 نعیم احمد صاحب	〃	۴۰	〃	ملک غلام حسین صاحب	〃
۱۷	وحدت کالونی لاہور	〃 چوہدری انور علی صاحب	اوّل	۴۱	〃	مکرم چوہدری محمد عبداللہ صاحب حساب دار	〃
۱۸	سیمنٹ بلڈنگ لاہور	〃 ڈاکٹر عبدالواحد خان صاحب	〃	۴۲	〃	〃 صوبیدار نواب دین صاحب	〃
۱۹	کراچی	〃 آفتاب احمد بسمل صاحب	〃	۴۳	〃	〃 محمد عبدالحق صاحب جنجوعہ	اوّل
۲۰	مارٹن روڈ کراچی	〃 محمد یوسف شاہ صاحب	〃	۴۴	〃	〃 فیض الحق خان صاحب	〃
۲۱	کراچی	〃 محمد شفیع خان نجیب آبادی	〃	۴۵	〃	〃 محمد احمد صاحب فاضل	〃
۲۲	ناظم آباد کراچی	〃 مکرم نصیر احمد صاحب	〃	۴۶	〃	〃 محمد عیسیٰ خان صاحب	دوم
۲۳	〃	〃 چوہدری سلطان محمود احمد صاحب	〃	۴۷	بہادل نگر	〃 ملک غلام نبی صاحب	اوّل
۲۴	〃 رلیم سوامی 〃	ملک عبداللہ صاحب جہر	〃	۴۸	〃	〃 شیخ اقبال الدین صاحب	〃

نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	ڈویژن
۴۹	راولپنڈی	مکرم چوہدری عبداللہ خان صاحب	اوّل
۵۰	"	عبدالقادر صاحب بھٹی	"
۵۱	"	ملک محمد شریف صاحب	"
۵۲	"	قاضی محمد نذیر صاحب	"
۵۳	گولیکی گجرات	چوہدری فتح عالم صاحب	"
۵۴	"	ماسٹر اللہ دتا صاحب	"
۵۵	"	خوشی محمد صاحب	"
۵۶	"	پیر محمد اکبر شاہ صاحب	"
۵۷	"	پیر محمد اکبر سقراط	"
۵۸	"	پیرزادہ فیض عالم صاحب	"
۵۹	باڈہ	محکم الدین صاحب	"
۶۰	خوشاب	محمد فیروز خان صاحب	"
۶۱	سانگلہ ہل	شیخ عبدالرشید صاحب	"
۶۲	خوشاب	بشارت احمد صاحب	"
۶۳	" (محلہ عالم پناہ)	نصر اللہ خان صاحب	"
۶۴	"	حافظ محمد اسماعیل صاحب	دوم
۶۵	چک چہور چک ۱۱ شیخوپورہ	محمد ابراہیم صاحب شاد فرسٹ	اوّل
۶۶	"	ماسٹر سید علی ہاشمی صاحب	"
۶۷	"	چوہدری غلام احمد صاحب	"
۶۸	سکھر (احمدیہ منزل)	صوفی محمد رفیع صاحب	دوم
۶۹	"	قریشی عبدالرحمن صاحب	اوّل
۷۰	شیخوپورہ	مرزا جان عالم بیگ صاحب	"
۷۱	"	حکیم مرغوب اللہ صاحب	"
۷۲	"	شیخ گلزار احمد صاحب	"
۷۳	جہلم شہر	حکیم عبداللہ صاحب	"
۷۴	جہلم	عبدالکریم صاحب	"
۷۵	دار الیمین شرقی ربوہ	ماسٹر شیر علی صاحب	"
۷۶	"	مظفر حسین صاحب	"
۷۷	"	محمد حسین صاحب	"
۷۸	"	ماسٹر محمد شفیع صاحب	"
۷۹	"	فیروز الدین صاحب چغتائی	"

نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	ڈویژن
۸۱	دار الیمین ربوہ	مکرم بشیر احمد بھیرہ والا صاحب	اوّل
۸۲	" شرقی	محمد اسماعیل صاحب بنچر	"
۸۳	"	مستری برکت علی صاحب	دوم
۸۴	دار الرحمت شرقی ربوہ	مرزا برکت علی صاحب	اوّل
۸۵	دار الصدر شرقی ربوہ	صوفی رمضان علی صاحب	"
۸۶	"	ماسٹر حمید احمد صاحب سنیاسی	"
۸۷	ربوہ	نور محمد صاحب	"
۸۸	دار الصدر شرقی ربوہ	محمد دین صاحب	"
۸۹	فیکٹری ایریا ربوہ	ملک عبداللہ خان	"
۹۰	"	سید عبدالمنان صاحب	دوم
۹۱	غلہ منڈی ربوہ	سید محمد اقبال حسین شاہ صاحب	اوّل
۹۲	دار الرحمت غربی ربوہ	پروفیسر بشارت الرحمن صاحب	"
۹۳	"	شبیر احمد صاحب	"
۹۴	"	ایم عبدالغنی صاحب	"
۹۵	"	خان میر خان صاحب	"
۹۶	شیخوپورہ	قریشی سعید احمد صاحب ظہر	
۹۷	دار الرحمت غربی ربوہ	کیپٹن محمد سعید صاحب	"
۹۸	"	عبدالرحمن شاہ صاحب	"
۹۹		محمود احمد صاحب	"
۱۰۰	دار الصدر ربوہ	چوہدری محفوظ الرحمن صاحب	"
۱۰۱		حکیم عبدالہادی صاحب	"
۱۰۲	دار الصدر غربی ربوہ	غلام احمد صاحب	دوم
۱۰۳	"	چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ	اوّل
۱۰۴	"	ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب	
۱۰۵		چوہدری اللہ بخش صاحب	"
۱۰۶	تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ	چوہدری غلام رسول صاحب	"
۱۰۷	دار البرکات ربوہ	ضیاء الدین صاحب ارشد	"
۱۰۸		امام علی صاحب	"
۱۰۹	کینال کالونی لائل پور	ایم عیسٰے خان صاحب	"
۱۱۰	امین پور بازار لائل پور	فضل کریم صاحب	"
۱۱۱	کینال کالونی لائل پور	عطا حسین شاہ صاحب	"

قائد تعلیم مجلس انصار اللہ مرکزیہ

ان دورتن
ب آوّل
ا پیچر
ی صاحب دوم
صاحب اوّل
ب "
ب جنیاسی "
"
ب "
مان "
ن صاحب دوم
ی شاہ صاحب اوّل
الرحمٰن صاحب "
"
ب "
احب "
ب ظہر "
احب "
صاحب "
ب "
حمٰن صاحب "
صاحب "
احب دوم
ت باجوہ اوّل
صاحب "
ں صاحب "
ل صاحب "
بارشد "
ب "
حب "
ب "
صاحب "
محمد کی...

وھی اس جماعت میں داخل ھے
جو دنیا سے دست بردار ھے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ھیں :-

''یاد رکھو جس کا اصول دنیا ھے اور پھر وہ اس جماعت میں شامل ھے خدا تعالی کے نزدیک وہ اس جماعت میں نہیں ھے ۔ اللہ تعالی کے نزدیک وھی اس جماعت میں داخل اور شامل ھے جو دنیا سے دست بردار ھے ۔ یہ کوئی مت خیال کرے کہ میں ایسے خیال سے تباہ ھو جاؤں گا ۔ یہ خدا شناسی سے دور لے جانے والا خیال ھے ۔ خدا تعالی کبھی اس شخص کو جو محض اسی کا ھو جاتا ھے ضائع نہیں کرتا بلکہ وہ خود اس کا متکفل ھو جاتا ھے ۔ اللہ تعالی کریم ھے ۔ جو شخص اس کی راہ میں کچھ کھوتا ھے وھی کچھ پاتا ھے ۔ میں سچ کہتا ھوں کہ اللہ تعالی انھی کو پیار کرتا ھے اور انھی کی اولاد با برکت ھوتی ھے جو خدا تعالی کے حکموں کی تعمیل کرتے ھیں ۔ اور یہ کبھی نہیں ھؤا اور نہ ھو گا کہ خدا تعالی کا سچا فرماں بردار ھو اور وہ یا اس کی اولاد تباہ و برباد ھو جاوے ۔ دنیا ان لوگوں کی ھی برباد ھوتی ھے جو خدا کو چھوڑتے ھیں اور دنیا پر جھکتے ھیں ۔ کیا یہ سچ نہیں ھے کہ ھر امر کی طناب اللہ تعالی ھی کے ھاتھ میں ھے ۔ اس کے بغیر کوئی مقدمہ فتح نہیں ھو سکتا ، کوئی کامیابی حاصل نہیں ھو سکتی ، اور کسی قسم کی آسائش اور راحت میسر نہیں آ سکتی ۔ دولت ھو سکتی ھے مگر یہ کون کہہ سکتا ھے کہ مرنے کے بعد یہ بیوی یا بچوں کے ضرور کام آئے گی ۔ ان باتوں پر غور کرو اور اپنے اندر ایک نئی تبدیلی پیدا کرو ،،

(ملفوظات جلد ھشتم صفحہ ۲۹۷ ، ۲۹۸)

ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپا